اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت۔

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد ۲۵

شمارہ ۲

ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ

نومبر ۱۹۸۹ء

بیاد
حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدیر معاون : عبدالقیوم حقانی

مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی

ناظم : شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم ۳۴۰ / ۳۴۱ / ۴۳۵ کوڈ نمبر ۰۵۲۳۱۷

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۵۰/- روپے فی پرچہ ۵/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۸/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲/- پونڈ

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نئی تعلیمی پالیسی
ملکی سالمیت کے خلاف سازش

نظامِ تعلیم کی زبوں حالی

دورِ حاضر میں ہمارا نظامِ تعلیم جس ابتری اور زبوں حالی کا شکار ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ کسی بھی نظامِ تعلیم میں ابتدائی تعلیم کو خشتِ اول کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ مگر بدقسمتی سے پاکستان ہی ایسا بدنصیب ملک ہے جس کو یومِ اول سے تاہنوز مستحکم اور کامیاب نہ ہی اپنے اساسی نظریات سے ہم آہنگ نظامِ تعلیم کی صحیح بنیاد بھی فراہم نہ کی جا سکی ؎

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

امرِ واقعہ یہ ہے کہ ہمارا تعلیمی نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔ ملّتِ اسلامیہ پر طاری عمومی زوال اور تہذیبی ابتلاء نے ہماری تعلیمی زندگی کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے اور جب گردوپیش کے موجود سرکاری تعلیمی اداروں کا جائزہ لیا جائے تو بدیہی طور پر یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ تعلیمی اداروں میں تدریسی عمل محض ایک رسمی سی کارروائی بن کر رہ گیا ہے اور اس سے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو رہے تاوقتیکہ بچوں کے والدین خود اپنا قیمتی وقت اور ہزاروں روپے ٹیوشنز پر صرف نہ کریں۔

نئی تعلیمی پالیسی اور وزارتِ تعلیم کی تازہ ہدایات

تعلیمی زندگی کے اربابِ بست وکشاد اپنی جگہ غفلت وسہل انگیزی اور فکری مرعوبیت کا شکار ہو کر اغیار کی بے جا تقلید میں محو ہیں، جس کی تازہ ترین مثال وفاقی وزارتِ تعلیم کی جانب سے تازہ ہدایات اور نئی تعلیمی پالیسی کی تشکیل ہے اور وہ یہ ہے کہ :-

(۱) ابتدائی تعلیم میں ذریعۂ تعلیم مادری زبان قرار دی جائے، سندھ میں سندھی اور اردو، بلوچستان میں علاقائی مناسبت سے تین زبانوں بلوچی، پشتو، براہوی، سرحد میں پشتو اور پنجاب میں پنجابی اور سرائیکی ذریعۂ تعلیم ہوگی۔

(۲) انگریزی کو پہلی جماعت سے لازمی کر دیا گیا ہے تاکہ مشترک ذریعۂ تعلیم سے اور سرکاری دفاتر میں اس کی موجودہ حاکمیت اور تسلط کو برقرار رکھا جا سکے۔

نصابِ تعلیم کا ایک جائزہ

یہاں تو پہلے سے حالت یہ ہے کہ اربابِ حکومت اور ذمہ دارانِ تعلیم نے نصابِ تعلیم کی تشکیل اور مضامین کے انتخاب جیسے اہم امور پر کبھی بھی سنجیدگی سے غور نہیں کیا۔ بچوں کی فکری نشو و نما ابتدائی سطح ہی سے نصاب کی بھرمار اور لاتعداد کتب کے ناروا بوجھ تلے دب کر رہ جاتی ہے جس کے نتیجے میں بچے نہ صرف پریشان رہتے ہیں بلکہ تعلیمی سرگرمیوں سے اکتاہٹ کا بھی شکار ہو جاتے ہیں۔

نصابِ تعلیم کا جائزہ لیں تو تعلیمی زندگی سے دین فہمی کی روح کو نکال دیا گیا ہے اور موجودہ نظامِ تعلیم میں سیرت و کردار کی تشکیل کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے ؎

روش روش پہ چمن کی کچھ ایسا عالم ہے
کہ امتیازِ بہار و خزاں نہیں ہوتا

ملک کی نظریاتی اساس اور ایک مسلمان قوم ہونے کے پیشِ نظر ذمہ دارانِ قوم کا یہ فرض تھا کہ وہ نظامِ تعلیم کی ترویج و استحکام اور اس کے مؤثر اور انقلابی بنانے کے لیے ایسے قواعد متعین کر دیتے جس سے بچوں کی روحانی، عقلی اور جسمانی تربیت کی جا سکتی اور ان کی شخصیتوں کو اخلاقی، نفسیاتی اور معاشرتی اعتبار سے اسلامی تعلیمات اور انسانی اقدار کے سانچوں میں ڈھالا جا سکتا جو سلف صالحین کے طریقہ کے مطابق، عقیدۂ ربانی کی روح، اسلام کے طریقے، قرآن کے بتائے ہوئے راستے، سنتِ نبویہ کی پیش کردہ ہدایات، سلف صالحین کے طریقہ کے موافق اور شریعتِ اسلامیہ کے منہاجِ ہدایت کے مطابق ہوتا۔

تیری ہی زلف کا ہوتا ہے سلسلہ معلوم

مگر یہاں تو حال یہ ہے کہ بچے اپنے گھر اور مسجد کے ماحول میں جو کچھ دینی فکر و شعور حاصل کر لیتے ہیں سکول اور کالج کے ماحول میں اسے گنوا بیٹھتے ہیں۔ تازہ ترین تعلیمی سکیم سے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی جائے گی ؎

لے گئی وہ بھی اڑا کر بادِ صرصر دیکھئے!
زندگی کی کچھ رمق باقی جو انسانوں میں تھی

اور وجہ ظاہر ہے کہ ملکی یکجہتی و اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی دیرینہ خواہش رکھنے والے گروہ اندر ہی اندر بڑی خاموشی اور خوبصورتی سے اپنی خطرناک سازشوں کا جال پھیلا رہے ہیں۔ اسلامی اقدار، شرافت و حیا، قومی و ملی شعور اور نظامِ تعلیم میں برائے نام اسلام کے تذکرے کو بھی بلکہ قومی نظریہ وحدت کی بنیادوں کو بارودی سرنگیں لگا کر اڑا دیتے اور اس کی جگہ ایسا نظامِ تعلیم مسلط کر دینے کی راہ پر گامزن ہیں جو پوری قوم کے ٹکڑے کر دے اور وہ منزل سر کر لی جائے جو علیحدگی پسند

سیاسی تنظیمیں اپنی برسوں کی جدوجہد سے بھی حاصل نہ کر سکیں۔ یہ قوم کے اتحاد و یکجہتی کو پارہ پارہ کرنے والا روس کا آزمودہ نسخہ ہے جسے اب اس کی معنوی ذریت پاکستان میں آزمانا چاہتی ہے۔

اب کی تازہ تعلیمی پالیسی اس بات کا واضح اور قطعی ثبوت ہے کہ پورے ملک میں قومی زبان اور قومی اندازِ فکر کے خلاف خفیہ اور شر انگیز تخریبی ریشہ دوانیاں منظم طریقے پر بالائے بام آگئی ہیں ؎

اُلجھ کے پیچ وخم روزگار میں دیکھا
تیری ہی زُلف کا ہوتا ہے سلسلہ معلوم
ہے اور کون جو پھولوں کو روندتا گذرے
مجھے تو ہوتا ہے ان کا ہی نقشِ پا معلوم

ملکی سالمیت کو تاراج کرنے کیلئے روسی نسخہ کا استعمال

قوموں کی ترقی اور تنزلی میں زبان کو بہت بڑا دخل ہے۔ روسی ترکستان کی ریاست کرغیز، تاجکستان، ازبکستان، قازقستان، ترکمانستان کا تمام علاقہ مسلمانوں سے آباد تھا، وہ ترکی زبان بولتے تھے اور عربی رسم الخط میں لکھتے تھے۔ اس لسانی رشتہ نے ان ریاستوں کو ایک دوسرے سے منسلک اور متحد کر رکھا تھا۔ خدا دشمن لینن کے زمانہ میں ماسکو کے زیر کنٹرول ان اسلامی ریاستوں کی ایک فیڈریشن قائم کی گئی مگر داخلی طور پر یہ ریاستیں اپنی زبان، اپنی ثقافت، ادب اور رسم الخط میں ہر طرح آزاد اور باہم مربوط تھیں۔ اس متحدہ وحدت کو اسلام دشمن سٹالن نے توڑ کر علیحدہ علیحدہ قومیں بنا دیں اور وہاں کے مسلمانوں کی لسانی وحدت کو ختم کرنے اور ان کو اپنے آبائی، تاریخی اور مذہبی ورثہ سے محروم کرنے کے لیے وہاں کی ہر ری پبلک میں ان کی مقامی اور علاقائی زبان رائج کر کے عالم اسلام سے ان کا رشتہ کاٹ کر لادینیت کا شکار بنا لیا اور اسلامی وحدت کا شیرازہ منتشر کر دیا۔

یہی نسخہ اتاترک نے ترکی میں، نہرو نے آزادی کے فوراً بعد ہندوستان میں استعمال کیا۔ ترکی میں لاطینی رسم الخط اور ہندوستان میں سنسکرتی ہندی رائج کر کے مسلمانوں کو لادین بنانے کی مہم نہایت کامیابی سے چلائی گئی۔

آزاد پاکستان کی سالمیت کو تاراج کرنے کے لیے روسی منصوبے کے تحت مسلمانوں کو قومی سرمایہ سے محروم کرنے کے لیے علاقائی زبانوں کی ترویج و ترقی اور اُردو کشی کی مہم چلائی گئی۔ اسی مقصد اور مہم کی تکمیل کے پیشِ نظر روسی اور بھارتی ایجنٹوں نے سندھی، بلوچی، پشتو، براہی، پنجابی اور سرائیکی وغیرہ کے عَلَم بلند کر رکھے ہیں۔ گذشتہ ادوار میں سرکاری سطح پر ان کی بھرپور پشت پناہی کی جاتی رہی۔ اُردو کے خلاف صدر ایوب خان کے دور میں اس مہم کا آغاز ہوا، بھٹو کے دور میں یہ اُردو کش منصوبہ پروان چڑھا اور اب کے ارباب حکومت نے اسے باقاعدہ طور پر تعلیمی پالیسی میں

اپنا کر خطرناک روسی منصوبہ کی ترقی و ترویج کی خشتِ اوّل رکھ دی مگر ردّعمل کے طور پر قوم ٹس سے مس تک نہ ہوئی ۔

ہنس کے بولے اب تجھے زنجیر کی حاجت نہیں
اُن کو میری بے بسی کا اعتبار آ ہی گیا

نسلِ نو کے مستقبل کا تحفظ اور والدین کی ذمہ داریاں

ایسے حالات میں والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ سکولوں میں جاتے والے بچوں کو اوّل روز سے یہ ذہن نشین کرا دیں کہ معاشرتی فساد، اخلاقی آزادی و کمزوری اور بے حیائی و اباحیت جو اسلامی ماحول میں پھیلتی جا رہی ہے یہ یہودی، صیہونی، شیوعی، صلیبی اور استعماری سازشوں کا نتیجہ ہے۔ تو اس سے عقل و شعور کی پختگی کے زمانے میں نسلِ نو کے ایک بڑے حصہ کو فتنہ و فساد، جنسی آوارگی، بے راہروی اور شہوات و لذات کی رَو میں بہنے سے بچایا جا سکتا ہے۔ مکمل نظامِ تعلیم کی تبدیلی، اسلامی انقلاب اور دینی قیادت کے ہاتھ میں زمامِ کار تھما دینے کے بغیر ناممکن ہے۔ تاہم نسلِ نو کے مستقبل کے تحفظ کے سلسلہ میں قومی اور سیاسی راہنماؤں کی طرح والدین کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں۔

بچوں کو ایمان اور عقیدۂ صحیحہ کی تعلیم، اعلیٰ اخلاق اور بہترین ادب کی تربیت، عقلِ سلیم، تندرستِ جسم، طاقت اور صحت کی درستگی کی ذمہ داری و اہتمام، نفسیاتی سوجھ بوجھ کے بنیادی قواعد اور اصول و ضوابط کا لحاظ، دوسروں کے حقوق، معاشرے کے آداب اور بچوں میں فضائل و مناقب پیدا کرنے کا کردار آخر والدین سے بڑھ کر کون ادا کر سکتا ہے ایسے والدین کس قدر ظلم کرتے ہیں اور بچوں کے حقوق کو برباد کرتے ہیں، انسانیت کے قاتل بنتے ہیں جو اپنے فارغ اوقات کو اپنے دوستوں کے ساتھ لایعنی باتوں یا ہوٹلوں اور کلبوں میں اپنے پڑوسیوں یا دوستوں کے ساتھ بیٹھنے یا بے ہودہ قسم کے ڈراموں کے دیکھنے یا اپنے آزاد و بے راہ رو اور بداخلاق دوستوں کے ہمراہ عیاشی میں برباد کرتے ہیں مگر اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے وقت نکالنے کا اہتمام نہیں کر پاتے۔ شوقی مرحوم نے ایسے بچوں کے لیے کہا تھا ۔

لیس الیتیم من انتھی ابواہ
من الحیاۃ وخلفاہ ذلیلا
ان الیتیم ھو الذی تلقی لہ
اُمًا تخلت اَو اَبًا مشغولا

(ترجمہ) "وہ بچہ درحقیقت یتیم نہیں ہے جس کے والدین دنیا کے غم سے آزاد ہو کر اسے بے یار و مددگار چھوڑ گئے ہوں۔ یتیم درحقیقت وہ بچہ ہے جس کو ایسی ماں ملے جو اس سے بے توجہ ہو اور اس کا باپ مشغول ہو کہ اس کی طرف توجہ نہ کر سکے)"

مستقبل کا گریجویٹ قومی وحدت اور تعمیر یا انتشار و تخریب کا علمبردار؟

اگر تازہ ترین تعلیمی پالیسی کے خلاف مؤثر آواز نہ اٹھائی گئی تو سکول اور کالج کی تعلیم کو موجودہ برائے نام دینی علوم سے بھی الگ تھلگ کر دیا جائے گا۔ موجودہ نظامِ تعلیم بھی اتنا کمزور ہے کہ جس کے سبب طلباء تعلیم کی اعلیٰ سطح تک پہنچنے کے باوجود دین سے ناآشنا اور بے بہرہ رہتے ہیں، ان کے فکر و عمل میں مادیت غالب رہتی ہے جس کے نتیجے میں وہ ایک ڈاکٹر یا انجنیئر تو بن جاتے ہیں مگر انسانِ مطلوب نہیں بن پاتے۔ اگر خدانخواستہ نئی تعلیمی پالیسی کا تسلط برقرار رکھا گیا تو وہ ایک ڈاکٹر، انجنیئر اور گریجویٹ ہونے کے ساتھ قومی وحدت اور اتحادِ امت سے باغی، قومی اور لسانی تعصبات اور مزید تخریب و انتشار کا علمبردار ہونے کا کردار بھی ادا کرے گا۔ موجودہ حکومت کے دیگر کارہائے نمایاں کی طرح اس کا سہرا اور کریڈٹ بھی اسی کے سر ہو گا ؎

لالہ و گل پر جو گذری ہے گذر نے دیجئے
آپ کو تو مہرباں لطفِ بہار آ ہی گیا

عالمی سطح پر پسماندگی کی وجہ نظامِ تعلیم کی کمزوری ہے

اس روحانی اور فکری محرومی سے قطع نظر خالص علمی اور تکنیکی اعتبار سے بھی ہماری تعلیمی حالت دگرگوں کر دی گئی ہے۔ تعلیمی لحاظ سے ہم دیگر ممالک کے مقابلے میں بہت پیچھے ہیں کیونکہ موجودہ دور میں بھی ہمارے ملک میں وہ سائنسی نصاب رائج کر دیا گیا ہے جس میں کئی نظریات یورپ اور امریکہ کی جدید سائنسی تحقیقات کی بنیاد پر مسترد ہو چکے ہوتے ہیں، یہی سبب ہے کہ ہماری بعض ڈگریوں کو دوسرے ممالک میں تسلیم نہیں کیا جاتا، گویا ہماری تعلیمی رفتار ترقی یافتہ ممالک کے مقابلہ میں بہت کم اور بعض شعبوں میں تو بالکل کالعدم ہے جبکہ ہماری پسماندگی کی بڑی وجہ بھی یہی ہے۔

علاوہ ازیں بدقسمتی سے ہمارے ملک میں روزِ اول سے اعلیٰ سطح تک صرف نظری تعلیم THEORETICAL EDUCATION کا تصور ہی غالب ہے اور عملی تعلیم PRACTICAL EDUCATION پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ اس کے برعکس ترقی یافتہ ممالک میں زیادہ تر توجہ عملی تعلیم پر دی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ ہمارے نظامِ تعلیم کی ایک بنیادی کمزوری یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ طلباء میں حقیقی اور اعلیٰ مقاصد کے حصول کے جذبے کو فروغ نہیں دیا جاتا، طلباء کے اندر ایسا محرک پیدا نہیں ہوتا جو اعلیٰ منازل کے حصول میں انہیں بھرپور جد و جہد پر آمادہ کرے اور وہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کی تمنا کے ساتھ ساتھ اپنے اسلاف کی سیرت و کردار کے تابندہ نقوش کی پیروی کا آرزومند رہے۔

متحدہ قومیت کا تصوّر اور اردو زبان کی اہمیّت

نظامِ تعلیم کی زبوں حالی کی پہلے سے حالت ابتری کی ہے اور اس وقت جبکہ پورا ملک علاقائی تعصب اور لسانی تنظیموں کے بھڑکائے ہوئے شعلوں کی لپیٹ میں ہے قوم کی تقسیم بذریعہ تعلیم جلتی پر تیل کا کام کر جائے گی اور اس حقیقت سے بھی انکار ناممکن ہے کہ پاکستان میں ایک متحدہ قوم کا تصور سر دست ایک مشترکہ زبان اردو کے بغیر محال ہے اور فی الحال بھی اردو کو پورے ملک میں اتحاد کے ایک مضبوط ذریعہ سے مرقّجہ برتری حاصل ہے۔ اُردو انگریزی اور چینی کے بعد دنیا کی تیسری بڑی زبان ہے اور جو پانچوں براعظموں میں رابطہ کی زبان بن چکی ہے جسے پورے ملک میں قومی وحدت کا شعار مل چکا ہے، جو پاکستانی ثقافت کی ایک علامت ہے، ہر علاقہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اہلِ پاکستان کے اتحاد و اتفاق کی مظہر ہے، یہ کسی خاص نسل یا گروہ کی زبان نہیں ہے بلکہ پوری پاکستانی قوم کی مشترکہ میراث ہے، عالمی سطح پر بہت بڑا مقام حاصل کر چکی ہے، ہمارے دینی سرمایہ کی محافظ ہے —— اس کی جگہ نئی تعلیمی پالیسی کے تحت سات سمندر پار کی انگریزی زبان لانا اور درجہ اوّل سے اسے لازمی قرار دینا ملی وحدت اور قومی اقدار کے ساتھ استہزاء ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ وزارتِ تعلیم کی تازہ ترین ہدایات اور نئی تعلیمی پالیسی سوچی سمجھی سکیم اور ایک گہری اور خطرناک سازش کا نتیجہ ہے جس کا مقصد دولتمندوں اور سرمایہ داروں کے ایک محدود طبقہ کی موجودہ بالادستی کو استحکام دینا ہے۔ پاکستان کی ۴۲ سالہ تاریخ گواہ ہے اور ہم بدیہی دلائل کی روشنی میں علیٰ وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ انگریزی زبان کے مفادات ایک محدود مراعات یافتہ طبقہ کے دائرے سے کبھی باہر نہیں نکل سکیں گے۔

اُردو ذریعۂ تعلیم صوبائی عصبیت کے خاتمہ کی ضمانت ہے

قومی وحدت اور ترقی کا راز بھی اسی میں مضمر ہے کہ قومی زبان کو فروغ اور استحکام حاصل ہو۔ روس کے علاقہ میں سینکڑوں علاقائی زبانیں موجود ہیں مگر انہوں نے ذریعۂ تعلیم اور سرکاری زبان روسی زبان کو قرار دیا اور اسی راستے سے وہ ایک سپر پاور کے مقام کو پہنچا۔
بھارت میں بھی عملاً ایک زبان کی حکمرانی ہے۔ امریکہ میں فرانسیسی، جرمنی، ہسپانوی اور اطالوی زبانیں موجود ہیں لیکن انگریزی کو سرکاری اور پوری قوم کی مشترکہ زبان بنایا گیا۔
اور یہ تاثر بھی بے بنیاد، من گھڑت اور سراسر غلط ہے کہ انگریزی سیکھے بغیر قومی ترقی کا حصول ممکن نہیں۔ جاپان، جرمنی، ہالینڈ، فرانس، روس، چین کے ممالک میں پوری کی پوری قومیں انگریزی سیکھے اور پڑھائے بغیر ترقی کی اعلیٰ سطحوں کو چھو سکتی ہیں تو

پاکستان میں اس شرط کے لگانے کی کون سی ضرورت آپڑی ہے کہ یہاں ایک ایک بچے کو ابتدائے روز سے انگریزی پڑھانا قومی ترقی کے لیے ناگزیر ہے۔

ہمارے نزدیک پاکستان میں طبقاتی نظامِ تعلیم، لسانی عصبیتیں، علیحدگی پسند تنظیمیں اور طبقاتی مفادات کا جال توڑنے کے لیے اردو کو ذریعۂ تعلیم بنائے بغیر چارہ نہیں۔

ملّتِ اسلامیہ کی نشأۃِ ثانیہ کے لیے اسلامی نظامِ تعلیم ناگزیر ہے

ایسے حالات میں وہ لوگ جو اسلام کی نشأۃِ ثانیہ اور ملّتِ اسلامیہ کی حیاتِ نو کا عزم کیے ہوئے ہیں، ان کے قومی پروگراموں اور عملی ترجیحات میں ملتِ اسلامیہ کے اس حقیقی نظامِ تعلیم وتربیت کی بحالی بھی سرِفہرست شامل ہونی چاہیئے جس کی بنیاد خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے رکھی اور بعد میں اسے خلفاء راشدین اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے پوری آب وتاب کے ساتھ قائم رکھا۔ ایسا نظامِ تعلیم وتربیت بیک وقت سیرت وکردار کی تشکیل کا ایک مؤثر ذریعہ بھی تھا اور علوم وفنون میں کمالِ مہارت کی بنیاد بھی، ایسا نظامِ تعلیم جس نے غزالیؒ، رازیؒ، ابنِ خلدون، ابن رشد، ابن الہیثم اور فارابی جیسی نابغۂ روزگار ہستیاں پیدا کیں۔

مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ سمیت ملک بھر کے دینی مدارس کا قیام دراصل اسی نظامِ تعلیم کی بحالی اور اس کے احیاء کے سلسلہ میں مساعی کا تسلسل اور خشتِ اوّل ہے۔ تاہم ملک بھر کی دینی وسیاسی قیادت کو اب بھرپور جدوجہد کرنی ہوگی۔ سکول اور کالجز کے نظامِ تعلیم، رفتارِ کار اور نصابِ تعلیم کا جائزہ لینا ہوگا اور وحدتِ تعلیم کے اس تصور کو عملی جامہ پہنانا ہوگا جو دین اور دنیائی تعلیم کو یکجا کر دے، جو طلباء کو حقیقی معنوں میں مقصدِ حیات کا شعور عطا کرے، جو طلباء کے دلوں میں اعلیٰ مقاصد کے حصول اور ارفع منازل کے طے کرنے کا عزم پیدا کرے اور جو جدید سائنسی اور تکنیکی علوم میں بھی ملّتِ اسلامیہ کو دیگر اقوام کی قیادت وسیادت کا اہل بنا دے۔
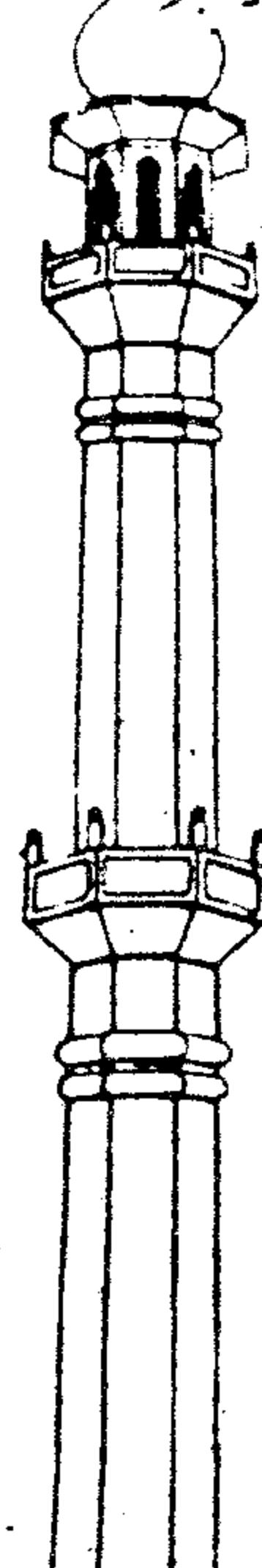
اس انقلاب آفرین تصورِ تعلیم کے ثمرات سے نونہالانِ امت کو کما حقہٗ بہرہ ور کرنے کے لیے جادہ پیمائی کا آغاز اوائل عمر سے کیا جانا ضروری ہے کیونکہ یہی وہ عمر ہے جب دل ودماغ آئینے کی مانند شفاف ہوتے ہیں اور جذب وقبول کی استعداد پورے عروج پر ہوتی ہے۔ یہی وہ مناسب دور ہے جب تہذیب وتربیت، عمدہ خصائل، پاکیزہ معمولات، احساسِ طہارت، شوقِ مطالعہ، ذوقِ تجسس اور رغبتِ عبادت جیسے اوصاف کو بچے کے قلب وذہن اور عمل وکردار میں پورے طور پر سمویا جا سکتا ہے ؎

شاخِ گل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کا نم

عمر کے اس حصے میں بچے کی تعلیم وتربیت کا مؤثر ترین ذریعہ ماحول ہے وہ اپنے ارد گرد جو کچھ دیکھتا

ہے اپنے کو اسی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا ذمہ داران تعلیم اور حکومت پاکستان سے ہماری یہی گذارش ہے کہ وہ ابتدائی درجات کے طلبہ کے لیے تعلیمی پالیسی میں انتشار و تفریق، لسانی تعصبات اور رسالت سمندر پار کی زبان و تہذیب کو فروغ دینے کے بجائے طلباء کی جسمانی اور روحانی پرورش، اخلاقی تربیت اور تعلیمی صلاحیت و استعداد کو اجاگر کرنے کے لیے ایک خاص پاکیزہ ماحول اور صحتمند فضا مہیا کرنے کی پالیسی بنائے تاکہ حد درجہ اثر پذیری کی اس عمر میں بچوں کا قیمتی وقت بے مقصدی میں ضائع ہونے کے بجائے عمدہ خصائل، اعلیٰ مقاصد اور پاکیزہ معمولات راسخ کرنے میں صرف ہو جس سے تعمیر شخصیت اور مستقبل کی مؤثر قومی قیادت کے لیے ایک ٹھوس بنیاد فراہم ہو سکے۔

(عبدالقیوم حقانی)

افادات وملفوظات

پڑوسی کے حقوق (یکم محرم ۱۴۰۲ھ) حضرت مولانا صاحبؒ سے ملاقات کے لیے دو مہمان آئے، ایک صاحب بولے یہ میرا پڑوسی ہے آپ کی ملاقات اور دعا لینے کی غرض سے آیا ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا پڑوسی کا تو بہت حق ہوتا ہے۔ ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا جبریل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ بار بار میرے پاس بھیجتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ پڑوسی سے نیکی کرو، بہت لحاظ رکھو، گھر سے قریب گھر پھر اقرب فالاقرب، چالیس گھروں تک پڑوسی شمار کیے جاتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا جبریل امین اتنی زیادہ بار آئے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ پڑوسی ورثاء میں شامل ہو جائیں گے۔ اور نہیں تو کم از کم ایک چمچہ سالن زیادہ کریں، ایک روٹی زیادہ کریں، پڑوسی کو دیدیں یا ایک گھونٹ پانی پلادیں، خوشی میں غم میں شریک ہو جائیں، کچھ تو حق ادا ہو جائے گا۔

حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا ایک مخلص دیندار دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے رکن ملک کرم الٰہی صاحب فوت ہو چکے ہیں، حدیث شریف میں آیا ہے کہ (مفہوم) جمعہ کے دن جو شخص فوت ہو جائے اس سے قبر کا عذاب ہٹایا جاتا ہے۔ اور جس کی نماز جنازہ میں سو آدمی شریک ہوں تو میت اور شریک ہونے والوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ دعا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کے لیے فضیلت (۶ رجب ۱۴۰۲ھ) صبح کے وقت حضرت مولانا صاحبؒ کی ملاقات کے لیے بعض مہمان تشریف لائے حضرتؒ نے ارشاد فرمایا قیامت جب آجائے گی، ساری دنیا فنا ہو جائے گی، اس کے بعد جب حساب کتاب کا دن آئے گا تو روز محشر میں سورج سر کے قریب ہوگا، لوگ بہت تکلیف میں ہوں گے، نبی علیہ السلام تشریف لا رہے ہونگے، ایک جماعت جو موتیوں کے ٹیلوں پر بیٹھی ہوگی (خوش و خرم ہوں گے) نبی علیہ السلام پوچھیں گے یہ کون ہیں کہ ایسے سخت دن میں خوش ہیں اور عزت سے ہیں؟ جس پر فرشتہ عرض کرے گا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے وہ لوگ ہیں جن کی ملاقات و محبت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تھی اور جدائی بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ (حضرتؒ نے مہمانوں سے فرمایا) آپ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آئے ہیں، تشریف آوری فرمائی ہے، یہ آپ لوگوں کا محض حسن ظن اور دینی محبت ہے ورنہ میں تو ضعیف و کمزور

ہوں (من آنم کہ من دانم) اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نیک اخلاق نصیب کرے۔ آمین

مسلمان خوف اور امید میں رہے

گفتگو بالا جاری تھی کہ حضرت مولانا صاحبؒ سے ایک مہمان نے عرض کیا حضرت توجہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور ایمانِ کامل نصیب ہو جائے۔ حضرتؒ نے فرمایا اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ۔ انسان مطمئن بھی نہ ہو جائے کہ میں ضرور جنت میں جاؤں گا، میں نے اچھے کام کیے ہیں! شیطان دو کام کرتا ہے کبھی انسان کے دل میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ بھائی تو نے نیکیاں بہت کی ہیں ضرور جنت میں جائے گا، بخشا جائے گا، ایسے نہیں کہنا چاہیئے۔ دوسری بات یہ کہ بھائی تم سخت گنہگار ہو، اعمال تیرے سب بُرے ہیں، تیری بخشش کی کوئی اُمید نہیں، تو اسی طرح ناامیدی بھی نہیں کرنی چاہیئے۔ اللہ پاک بہت مہربان ہیں، ارشادِ ربانی ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ...الخ دیکھو کتنی بڑی خوشخبری ہے کہ اگر تم تھوڑا سا شکر کرو گے تو میں ضرور بالضرور تمہیں اپنی نعمتیں اور زیادہ دوں گا۔ ایک لام تاکید ایک نون ثقیلہ تاکید ہے۔ اتنی بڑی مہربانی اور کرم۔ آگے پھر فرمایا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ اگر تم ناشکری کرو گے تو سنو میرا عذاب بھی سخت ہے۔ ایسے نہیں فرمایا لَأُعَذِّبَنَّكُمْ کہ ضرور بالضرور عذاب دوں گا۔ نہیں نہیں! بلکہ اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے، اس سے بچنے کا خوف رکھو، استغفار سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ــــ شیطان نے دعا کی کہ یا اللہ مجھے مہلت دے، میری عُمر لمبی ہو۔ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ۔ اللہ تعالیٰ نے مِن وَجْہٍ دعا تو قبول فرمالی کہ عمر لمبی ہو گی مگر قیامت سے پہلے موت ضرور آئے گی۔ جب شیطان کو اطمینان ہوا کہ عمر تو لمبی ہو گی، تو شیطان بولا تیری عزت کی قسم میں گمراہ کروں گا اُن سب کو (تیرے بندوں کو) مگر جو بندے تیرے مُخلص چُنے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں جہنم بھروں گا تجھ سے اور جو تیری راہ پر چلے ہوں گے اُن سے۔ اور جو میرے نیک چُنے ہوئے بندے ہوں گے اُن پر تیرا ذرا بھی بس نہیں چلے گا، جب میرے بندے غلطیاں کریں گے، اُن کے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں گے مگر جب استغفار پڑھیں گے، اخلاص سے توبہ کریں گے تو سب گناہ معاف کر دوں گا۔۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ کے در کے سوا اور کوئی در نہیں

گفتگو بالا جاری تھی۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا ایک بزرگ تھے ساری رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے تھے، بہت مُرید اُن کے ساتھ ہوتے، صلاح و تربیت ہوتی، ایک رات غیب سے ہاتف نے آواز دی اے بزرگ جا تیری کوئی عبادت قبول نہیں، مریدوں نے بھی آواز سُنی، دوسری رات پھر عبادت میں مصروف رہے روتا ہے، ذکر کرتا ہے، پھر آواز آئی جا تیری کوئی عبادت قبول نہیں، تیسری رات پھر اسی طرح ہوا، مریدوں نے کہا حضرت! کیوں اتنی تکلیف کرتے ہیں، ساری رات جاگتے ہیں، ہاتف سے آواز نہیں سنتے کہ تیری کوئی عبادت قبول نہیں۔ اس بزرگ نے فرمایا ٹھیک ہے میں نے تینوں راتیں غیبی آواز سُنی ہے لیکن تم یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے دَر کے سوا اور کوئی در ہے کہ وہاں چلا جاؤں، اس در کے سوا کوئی در نہیں پھر اس کو کیوں چھوڑوں، وہ میرے چاہیں میں اس کا غلام ہوں اُس کو اختیار ہے قبول کرتا ہے یا نہیں (اپنے در پر چھوڑے یا نہ) اس کے بغیر کوئی اور در نہیں پھر

اس کو کیوں چھوڑوں اور اس کے سامنے کیوں نہ روؤں۔ رات کو پھر غیب سے آواز آئی تیرے سب اعمال قبول ہیں، صرف تیری آزمائش کرنی تھی، تُو کامیاب ہُوا (تیری توبہ قبول ہے) ـــــ یہ ہیں استغفار کے فائدے اور ثمرات، اللہ پاک استغفار سے گناہ معاف کر دیتے ہیں، قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ـــ الخ استغفار کے بہت فائدے ہیں، گناہوں کا معاف ہو جانا، رحمت کی بارش برس جانا، مال و اولاد میں برکت ہونا، جنت کی خوشیاں ملنا، صرف اَسْتَغْفِرُوا اللہ پڑھنا یا اَسْتَغْفِرُوا اللهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ۔ جو بھی آسان ہو پڑھنا چاہیئے ـــــ دعا لبًا حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میرا شکر ادا کر کثرت سے، حضرت داؤد علیہ السلام رونے لگے عرض کیا یا اللہ! کس چیز کے ساتھ تیرا شکر ادا کر دوں، زبان سے ادا کروں تو زبان آپ نے دی ہے۔ ہاتھ، پاؤں، دل و دماغ سب کچھ آپ نے دیئے ہیں، میری ذاتی کوئی چیز نہیں ہے کہ تیرا شکر ادا کروں۔ ارشاد ہُوا بس یہ اقرارِ عجز ہی شکر ہے۔ بس مطلب یہ ہُوا کہ ہر وقت انسان امیدِ رحمت اور خوفِ عذاب میں رہے۔

علوم طبیعی کی اہمیت

قرآن کی نظر میں

علم شرعی و علم طبیعی | قرآن حکیم کی نظر میں علم ایک وحدت ہے جس کے دو بازو ہیں ایک دین و شریعت اور دوسرے فطرت و طبیعت۔ چنانچہ ان دونوں علوم کو وہ "علم" ہی سے تعبیر کرتا ہے اور ان دونوں کے امور و مسائل کو وہ علم ہی سے متعلق قرار دیتا ہے ان دونوں کی اہمیت اس طرح ہے کہ ایک کا تعلق نظریہ سے ہے اور دوسرے کا عمل سے۔ چنانچہ علم طبیعی یا اشیائے عالم سے متعلق علم سے ہمارے فکر و نظر کی اصلاح ہوتی ہے تو علم شریعت سے ہمارا عملی سدھار ہوتا ہے۔ اس طرح ہمارے فکر و عمل کی درستی کے لئے ان دونوں کا وجود از بس ضروری ہے کیونکہ جب تک فکر و نظر کی اصلاح نہ ہو کوئی شخص عمل کے لئے آمادہ نہیں ہو سکتا دنیا کے قدیم و جدید تمام فلسفے فکر و نظر ہی سے بحث کرتے ہیں لہٰذا فلسفیانہ نقطۂ نظر سے انسان کے فکر و نظر کی اصلاح بہت ضروری ہے۔ اسی وجہ سے دین سماوی کے آخری صحیفے یعنی قرآن مجید میں حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے ان دونوں علموں کے برابر جگہ دی گئی ہے۔ کیونکہ وہ دین ابدی نہیں ہو سکتا جو حقائق و واقعات سے چشم پوشی کرے اور مردہ مذاہب و ادیان کی طرح محض تحکمانہ طریقے سے یا ڈنڈے کے زور پر لوگوں کو حکم ماننے پر مجبور کرے۔

اسلام کی دعوت سائنٹیفک طریقے سے | اسلام چونکہ ایک فطری و عقلی دین ہے اس لئے وہ اپنی دعوت بھی فطری اور سائنٹیفک طریقے سے پیش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے صحیفے میں ہر قسم کے عقلی و منطقی اور سائنٹیفک دلائل کو بھی بڑی فراخ دلی کے ساتھ جگہ دی ہے تاکہ نوع انسانی اس کے معقول اور حکیمانہ رویہ سے متاثر ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو سکے۔ چنانچہ اس کتاب حکمت میں جس قدر بھی عقلی و منطقی اور سائنٹیفک دلائل و شواہد ممکن ہو سکتے تھے وہ سب جگہ جگہ اسلوب بدل بدل کر سمو دیئے گئے ہیں۔ تاکہ مؤثر طریقے سے انسان کے قلب و دماغ کو اپیل کر سکیں اور اس کے رویّہ میں تبدیلی لا کر اسے اطاعت الٰہی پر مجبور کر سکیں۔

اس اعتبار سے قرآن حکیم دنیائے علم میں اپنی نوعیت کا واحد صحیفہ ہے جس میں جدید سے جدید تر ہر قسم کے دلائل مل سکتے ہیں۔ خواہ انسان علمی اعتبار سے کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرلے اس لئے کہ وہ ایک ایسی ہستی کی جانب سے نازل کردہ ہے جس کا علم ماضی، حال اور مستقبل تمام ادوار پر محیط ہے اور جس کی نظروں سے کائنات مادی کی ایک حقیر سے حقیر شے اور ایک تنکہ تک غائب نہیں۔ لہٰذا اس کی جدت ہمیشہ برقرار رہے گی اور اس پر کہنگی کی پرچھائیاں کبھی نہیں پڑ سکیں گی۔ بلکہ وہ ہر دور کے لئے نامۂ ہدایت اور اسباق و بصائر کا مجموعہ رہے گا۔

علم قرآن کی نظر میں الغرض اس موقعہ پر یہ دکھانا مقصود ہے کہ علم سے مراد محض علم دین یا علم شریعت ہی نہیں بلکہ علم طبیعی یا تکوینی بھی ہو سکتا ہے جس کو جدید اصطلاح میں سائنس کہتے ہیں۔ اور ان دونوں ہی علوم کو قرآن حکیم نے پوری صراحت کے ساتھ متعدد آیات میں "علم" ہی کے نام سے موسوم کیا ہے لہٰذا جب خود خدائے حکیم و خبیر اس کا فتویٰ دے دے تو پھر ہمارے لئے بے چون و چرا اس حقیقت کو مان لینے کے سوا اور کیا چارہ رہ جاتا ہے! ظاہر ہے کہ اس صورت میں گریز و فرار کی تمام راہیں مسدود ہو جاتی ہیں لہٰذا آیئے دیکھیں کہ قرآن حکیم اس سلسلے میں کیا کہتا ہے اور کتنے حیرت انگیز انکشافات کرتا ہے۔

اہل علم کون ہیں؟ قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ لوگ جو شرعی امور کا علم رکھتے ہیں اور ان میں غور و خوض کر کے دین و شریعت کی حکمتوں اور ان کی مصلحتوں کا پتہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔

۲۔ وہ لوگ جو مظاہر کائنات (اشیائے عالم) اور ان کے نظاموں میں غور و فکر کر کے اسرار ربوبیت یا خدائی دلائل کا کھوج لگانے میں مصروف رہتے ہیں۔

چنانچہ گروہ اول کے بارے میں ارشاد ہے۔

وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (بقرہ ۲۳۰)	اور یہ کہ اللہ کی حدیں ہیں جن کو علم والوں کے لئے کھول کر بیان کرتا ہے۔

یہ آیت کریمہ احکام طلاق کے سلسلے میں وارد ہوئی ہے اور اس موقع پر اللہ تعالیٰ اہل علم کی تعریف کرتے ہوئے انہیں عقلی اعتبار سے احکام طلاق کی حکمت و مصلحت معلوم کرنے پر ابھار رہا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے احکام میں دراصل عقلی خوبیاں موجود ہیں۔ جن کو دریافت کرنا اہل علم کا کام ہے یہ قرآن مجید کا عام انداز بیان ہے۔ چنانچہ احکام شریعت کی عقلی علتیں اور مصلحتیں معلوم کرنے کے بارے میں چند مزید آیات ملاحظہ ہوں۔

يسئلونك عن الخمر والميسر ط قل فيهما اثم كبير و منافع للناس و اثمهما اكبر من نفعهما ويسئلونك ماذا ينفقون ۵ قل العفو كذالك يبين الله لكم الأيت لعلكم تتفكرون ۰
(بقرہ ۲۱۹)

لوگ آپ سے شراب اور جُوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں (مگر) ان کا گناہ نفع سے زیادہ ہے اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ کہہ دیجئے کہ جو زائد ہو وہ خرچ کریں۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنے احکام کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور کرو۔

و للمطلقت متاع بالمعروف ط حقاً على المتقين۔ كذالك يبين الله لكم أيته لعلكم تعقلون ۰ (بقرہ ۲۴۱، ۲۴۲)

اور طلاق والیوں کو معروف طریقے سے تحفہ ملے گا۔ یہ لازم ہے پرہیز گاروں کے لئے۔ اسی طرح اللہ اپنے احکام تم سے بیان کرتا ہے تاکہ تم (اس چیز کی حکمت کو اچھی طرح) سمجھ لو

قل من حرم زينة الله التى اخرج لعباده والطيبت من الرزق ۰ قل هى للذين امنوا فى الحيوة الدنيا خالصة يوم القيمة ط كذالك نفصل الايت لقوم يعلمون۔
(اعراف ۳۲)

کہہ دیجئے کہ اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی ہے؟ اور کس نے کھانے کی ستھری چیزیں حرام کیں؟ کہہ دیجئے کہ دنیا کی زندگی میں یہ چیزیں اصل میں ایمان والوں کے لئے ہیں جو قیامت کے دن انہیں کے لئے خاص ہوں گی اسی طرح ہم اپنے احکام علم رکھنے والوں کے لئے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

ان مشرکین کے بارے میں ارشاد ہے۔ جو ہمیشہ مسلمانوں کو ایذا پہنچانے کی وجہ سے ان کے دشمن شمار ہوا کرتے تھے لیکن اگر وہ تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو جائیں تو دفعتہً احکام بدل جائیں گے یعنی بجائے دشمن کے بھائی بن جائیں گے۔

فان تابوا و اقاموا الصلوة و اتوا الزكوة فاخوانكم فى الدين ط

اگر وہ توبہ کر کے نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور ہم

وَنُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ (توبہ ۱۱) — جاننے والوں کے لئے احکام کھول کر بیان کرتے ہیں۔

اور سورۂ نور میں جہاں پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض کے بارے میں ایک تہمت اور جھوٹے الزام کا قصہ مذکور ہے اس میں مسلمانوں کو یہ نصیحت کرتے ہوئے کہ بلا تحقیق کسی پر تہمت لگانا بہت بڑا گناہ ہے ارشاد ہوتا ہے۔

وَیُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ۝ (نور ۱۸) — اور اللہ تمہارے لئے احکام کی وضاحت کرتا ہے اور اللہ بڑا ہی جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

ان آیات کے ملاحظہ سے اس حقیقت پر روشنی پڑجاتی ہے کہ خالص شرعی قسم کے احکام میں بھی غور و فکر کرنا اور ان کی عقلی حکمتیں معلوم کرنا ضروری ہے اس سے دین و شریعت میں عقل کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام عقل کو استعمال نہ کرنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے اس کو پیروان چیرٔ ہانے پر ابھارتا اور اس کی ستائش کرتا ہے اور اس اعتبار سے اسلام ایک عقلی و فطری مذہب ہے جو حقیقت پسندی سے کام لیتا ہے۔

اشیائے عالم میں غور و فکر اور گروہ ثانی یعنی وہ لوگ جو اشیائے عالم (جمادات، نباتات، حیوانات اور افلاک) کے نظاموں میں غور و فکر کرکے خدا کی توحید، اس کی ربوبیت، اس کی حکمتوں اور مصلحتوں کا پتہ چلاتے ہیں ان کو بھی اہل علم قرار دیا گیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی ؕ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّیْلَ سَکَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَھْتَدُوْا بِھَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝

اللہ ہی زمین کے اندر دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے جو مردہ چیز سے زندہ چیز (پروٹوپلازم) اور زندہ چیز سے مردہ چیز نکالتا ہے یہی اللہ ہے پس تم کہاں بہکے جا رہے ہو؟ وہی صبح کو (رات کے اندھیرے سے) پھاڑ کر نکالتا ہے اور اس نے سکون کے لئے رات بنائی۔ اسی نے آفتاب و ماہتاب (کی گردش) کا حساب مقرر کیا ہے یہ سب خدائے غالب وہمہ دان کا مقرر کیا ہوا قانون ہے اور اسی نے تمہارے لئے

(سورہ انعام ۹۵تا۹۷)

ستارے بنائے ہیں تاکہ تم ان کے ذریعہ بیابان اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ معلوم کرسکو ہم نے جاننے والوں کے لئے اپنی نشانیاں کھول کر بیان کردی ہیں۔

ان آیات میں چاند اور سورج کے مقررہ حساب کے تحت گردش کرنے کا جو اجمالی تذکرہ ہے اس کی تفصیل ایک دوسرے موقع پر بیان کرتے ہوئے اہل علم کو ان کے نظاموں کا مفصل مطالعہ کرنے کی ترغیب اس طرح دی گئی ہے

هو الذی جعل الشمس ضیاءً والقمر نورًا وقدره منازل لتعلموا عدد السنین والحساب ، ما خلق الله ذٰلك الا بالحق ، یفصل الاٰیٰت لقومٍ یعلمون ۝ (یونس ۵)

وہی ہے جس نے سورج کو چمکدار اور چاند کو منور بنایا۔ اور اس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور حساب جان سکو۔ یہ سب کچھ اللہ نے تدبیر سے پیدا کیا ہے۔ وہ اپنی نشانیاں جاننے والوں کے لئے کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔

حسب ذیل آیات میں مکڑی کے کمزور گھروندے کی مثال ان لوگوں پر چسپاں کی گئی ہے جو خدا کی خدائی میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں اور مشرکین کی بدعقیدگی کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دیتے ہوئے اہل علم کو ان دونوں کے درمیان مشابہت دریافت کرنے پر ابھارا گیا ہے۔

مثل الذین اتخذوا من دون الله اولیاء كمثل العنكبوت ۚ اتخذت بیتًا ، و ان اوهن البیوت لبیت العنكبوت م لو كانوا یعلمون ۔ ان الله یعلم ما یدعون من دونه من شیءٍ ط و هو العزیز الحكیم و تلك الامثال نضربها للناس ج وما یعقلها الا العٰلمون ۝

(عنکبوت ۴۱،۴۳)

ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا دوسرے حامی بنا رکھے ہیں مکڑی کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا (مگر) سب سے کمزورترین گھر مکڑی ہی کا ہے۔ کاش وہ اس حقیقت کو جانتے! اللہ تو ان سب چیزوں (کی حقیقت اور کمزوری) کو خوب جانتا ہے جن کو وہ لوگ پوج رہے ہیں اللہ زبردست اور حکمت والا ہے (جب کہ معبودان باطل نہایت درجہ کمزور اور ضعیف ہیں) اور ہم ان مثالوں کو لوگوں (کو سمجھانے) کے لئے بیان کرتے ہیں مگر ان کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو علم والے ہیں۔

ان آیات میں "علم" کے ساتھ "عقل" کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم اور عقل کے درمیان خصوصی ربط و تعلق ہے جو اس میدان میں بصیرت حاصل کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔
اسی طرح قرآن حکیم کی نظر میں اہل علم وہ لوگ ہیں جو زمین اور اجرام سماوی کی تخلیق و آفرینش اور نوع انسانی کی زبانوں اور رنگتوں کے اختلاف اور ان کی بوقلمونی میں غور و خوض کر کے وجود باری کے نشانات اور علمی دلائل تلاش کرتے ہوں۔

و من اٰیتہ خلق السمٰوٰت والارض واختلاف السنتکم و الوانکم ط ان فی ذٰلک لاٰیٰتٍ للعٰلمین - (روم ۲۲)

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے زمین اور اجرام سماوی کو پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کو مختلف بنانا یقیناً اس میں عالموں کے لئے (وجود باری کے) نشانات موجود ہیں۔

اللہ سے ڈرنے والے کون ہیں

علم طبیعی یا علم اشیاء کی اہمیت ملاحظہ ہو کہ قرآن مجید نے اللہ سے ڈرنے والے اہل علم ان لوگوں کو قرار دیا ہے جو بارش کے نزول، پھل پھول اور ان کے اختلافِ رنگ و بو، پہاڑوں کی بوقلمونی۔ انسانوں اور حیوانوں کی گوناگوں رنگتوں اور ان کے احوال و کوائف کے اسرار و اختلافات دریافت کرنے والے ہوں۔

الم تر ان اللہ انزل من السماء ماءً فاخرجنا بہ ثمرٰتٍ مختلفًا الوانہا ط و من الجبال جددٌ بیضٌ و حمرٌ مختلفٌ الوانہا و غرابیبُ سودٌ۔ و من الناس والدواب والانعام مختلفٌ الوانہ کذٰلک ط انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤ ان اللہ عزیز غفور۔

(فاطر ۲۷، ۲۸)

(اے مخاطب!) کیا تو نے مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ رنگ برنگے میوے نکال دئے اور پہاڑ بھی مختلف رنگتوں کے سفید، سرخ اور بہت سیاہ ہوتے ہیں، اسی طرح انسانوں، جانوروں اور چوپاؤں کے رنگ بھی طرح طرح کے ہیں۔ اللہ سے اس کے بندوں میں یقیناً علم والے ہی ڈر سکتے ہیں (جو ان مظاہر کے احوال و کوائف سے واقفیت رکھتے ہوں) یقیناً اللہ غالب اور بخشنے والا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جو شخص مخلوقات الٰہی اور ان کے اسرار کا علم جس قدر زیادہ گہرائی کے ساتھ حاصل کرے گا خلّاق عالم کا خوف اس کے دل میں اسی قدر زیادہ شدت کے ساتھ موجزن ہو جائے گا کیونکہ خدا کی صحیح

معرفت اس کے اعمال و افعال ہی سے ہو سکتی ہے اور اس کے اعمال و افعال کا حال معلوم کرنے کا واحد ذریعہ اس کی پیدا کردہ اشیاء کا تفصیلی اور با ضابطہ مطالعہ ہے اور اس طرح کا منظم مطالعہ آج جدید سائنسی علوم ہی کے بدولت ممکن ہے۔ لہٰذا اہل اسلام کا فرض ہے کہ وہ قرآن حکیم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ان علوم میں غور و خوض کر کے ان میں موجود شدہ حقائق منظر عام پر لائیں تاکہ ان کے ذریعہ عالم انسانی کی ہدایت عمل میں آ سکے۔

غرض انسان کے کردار و کیریکٹر کی درستی کے لئے سب سے پہلے اس کے دل میں خدا کا خوف پیدا ہونا ضروری ہے ورنہ وہ آمادہ عمل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ایک بالکل نفسیاتی حقیقت ہے گویا خدا کا خوف ایک ایسا کوڑا ہوتا ہے جو انسان کو اپنے کردار کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ چونکہ ایک عالم ہی اللہ سے صحیح معنوں میں ڈر سکتا ہے۔ اس لئے انسان کو سب سے پہلے خدا کی پہچان کا علم حاصل کرنا چاہئے۔ جو ایک سائنٹیفک حقیقت ہے اور اسی بنا پر قرآن حکیم نے انسان کو مطالعہ کائنات کی دعوت دی ہے اور اس کی تائید اجمالی طور پر بعض روایات سے بھی ہوتی ہے کہ ایک عالم ہی اللہ سے ڈر سکتا ہے اس کے برعکس جو شخص جاہل ہوگا وہ اپنے عمل پہ ناز کرنے والا اور مغرور ہوگا۔

چنانچہ مسروق سے مروی ہے کہ آدمی کے علم کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہو اور آدمی کے جہل کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ اپنے عمل پر ناز کرتا ہو۔ (دارمی ۱/۱۰۶)

مجاہد سے مروی ہے کہ فقیہہ (سمجھ بوجھ رکھنے والا) وہ شخص ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو (دارمی ۱/۸۹)

حضرت ابن عباسؓ سے حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک دعا مروی ہے جس کے مطابق آپ یوں فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ! تیری مخلوق میں تجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو تجھ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔ اور وہ شخص علم سے بالکل بے بہرہ ہے جو تجھ سے ڈرتا نہ ہو۔ (دارمی ۱/۹۷)

عطا سے مروی ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے پوچھا کہ اے میرے رب! تیرے بندوں میں سب سے زیادہ تجھ سے ڈرنے والا کون ہے؟ تو ارشاد ہوا کہ وہ شخص جو میرے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہو (دارمی ۱/۱۰۲)

اس طرح ان روایات سے خوف الٰہی اور خشیت الٰہی کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ بہر حال خوف خدا صحیح معنی میں اس کی پہچان ہی سے ہو سکتی ہے جو ایک عالم پر ہی ظاہر ہو سکتی ہے۔ اور اس اعتبار سے مطالعہ کائنات کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔

چنانچہ امام غزالیؒ اپنی ایک تصنیف میں تحریر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی مخلوقات و مصنوعات اور اس کے عجائبات میں تفکر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی جو ایمان و یقین کے استحکام کا باعث بنتی ہے۔ اور اس باب میں متقی لوگوں کے درجے مختلف ہوتے ہیں - لہذا میں نے یہ کتاب صاحب عقل لوگوں کی راہنمائی کے لئے تحریر کی ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان حکمتوں اور نعمتوں سے واقف ہوں جن کی طرف کتاب الٰہی میں اشارہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صاحب عقل لوگوں کی مکمل ہدایت کی غرض سے اپنی مخلوقات میں غور و خوض کا حکم دیا ہے تاکہ وہ مصنوعات الٰہی کے عجائبات سے آگاہ ہو کر عبرت و بصیرت حاصل کر سکیں - جیسا کہ ارشاد باری ہے -

قل انظروا ما ذا فی السمٰوٰت والارض (یونس ۱۰۱) — کہہ دیجئے کہ تم لوگ غور سے دیکھو کہ زمین اور اجرام سماوی میں کیا کیا چیزیں موجود ہیں۔

و جعلنا من الماء کل شیٔ حیّ افلا یؤمنون (انبیاء ۳۰) — اور پانی ہی سے ہم نے ہر زندہ چیز بنائی ہے تو کیا وہ ایمان نہیں لائیں گے ؟

غرض اس قسم کی آیات کے ملاحظہ سے اس بے غبار حقیقت پر روشنی پوری طرح پڑ جاتی ہے کہ اسلام میں جس طرح علم شریعت اہم ہے اسی طرح علم تکوین (نیچر کا علم) بھی بہت زیادہ اہم ہے۔ ورنہ قرآن حکیم جیسے آخری صحیفۂ آسمانی میں اس علم کی اس قدر تاکید صراحتہً بیان نہ کی جاتی۔ لہذا اس علم کا کسی بھی طرح استخفاف نہیں کیا جا سکتا - علم ایک وحدت ہے جس کی تقسیم نہیں کی جا سکتی اور اس کو قدیم و جدید کی اصطلاحوں میں بانٹا نہیں جا سکتا - بلکہ اسلام کی نظر میں "اہل علم" وہی ہو سکتے ہیں جو فطرت و شریعت دونوں کے حامل ہوں جیسا کہ حسب ذیل آیات کریمہ سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔

ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الیل والنهار لاٰیٰت لاولی الالباب - الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وّ علیٰ جنوبهم و یتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ج ربّنا ما خلقت هٰذا باطلاً ج — زمین اور آسمانوں کی تخلیق اور دن رات کے ہیر پھیر میں عقلمندوں کے لئے یقیناً (وجود باری اور اس کی قدرت و ربوبیت کے) دلائل موجود ہیں - ان لوگوں کے لئے جو اللہ کا ذکر کھڑے، بیٹھے اور پہلو کے بل (ہر حالت میں) کرتے اور زمین و آسمان کی تخلیق میں تفکر کرتے رہتے ہیں (اور نتیجے کے طور پر وہ پکار اٹھتے

لہ الحکمۃ فی مخلوقات اللہ ص ۱۴ - بیروت ۱۳۹۸ھ

سبحانک فقنا عذاب النار ﴿آل عمران ۱۹۰-۱۹۱﴾	ہیں کہ اے ہمارے رب! تونے اس (کائنات) کو بیکار پیدا نہیں کیا ہے بلکہ تو (بلا مقصد تخلیق سے) پاک و مبرا ہے لہذا تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

چنانچہ ان آیات میں پختہ عقل والوں (اولوالالباب) کا خطاب ان دانشمندوں کو عطا کیا جارہا ہے جو ذکر الہی میں مشغول رہ کر (یعنی شریعت مطہرہ پر عمل پیرا رہتے ہوئے) اور مصنوعات الہی اور خاص کر تخلیق کائنات اور اس کے مسائل میں غور و خوض کر کے اثبات قیامت کا پتہ لگانے والے ہوں جس کے باعث بطور تصدیق بے اختیار ان کی زبانوں سے یہ الفاظ نکل پڑیں۔

ربنا ما خلقت ھذا باطلا ۔

ظاہر ہے کہ یہ کلمات اہل ایمان ہی کی زبان سے نکل سکتے ہیں کسی ملحد و مادہ پرست سائنس دان کی زبان سے ہرگز نہیں نکل سکتے۔ لہذا اس میں ترغیب ہے ان ایمان والوں کے لئے جو اپنے دین و شریعت پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہتے ہوئے اشیائے عالم سے متعلق علم اور اس کے مسائل سے تعرض کرنے والے ہوں۔ ان صاف و صریح آیات کے بعد بھی اہل ایمان کا اس میدان میں قدم نہ رکھنا مسلمانوں کی بہت بڑی بدنصیبی نہیں تو پھر کیا ہے۔

علم کے لوازم | علم کے لوازم میں عقل و دانش، فقہ (سمجھ بوجھ) اور فکر و تدبر وغیرہ اوصاف داخل ہیں۔ ان سے علم میں پختگی اور بصیرت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ محض سطحی علم پائیدار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ علم علم ہی نہیں ہے جس میں یہ اوصاف نہ پائے جائیں۔ دیکھئے کلام الہی میں ان علمی اوصاف کی کتنی اہمیت ہے!

عقل والے کون ہیں؟ | چنانچہ سب سے پہلے "عقل" کو لیجئے جس کی شرعی امور میں جس قدر اہمیت ہے اسی طرح فطری و طبیعی (نیچرل) امور میں بھی اس کی اہمیت مسلّم ہے۔ چنانچہ عقل سے متعلق بعض شرعی امور و مصالح کا بیان اوپر سورہ بقرہ ۲۴۲،۲۲۴،۱۶۴ میں گذر چکا ہے۔ اور سورۂ نور میں چند گھریلو مسائل کا تذکرہ کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ ان مسائل میں عقل رکھنے والے ان خدائی احکام کی حکمت معلوم کر سکتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے

کذالک یبین اللہ لکم الأیٰت لعلکم تعقلون (نور ۶۱)	اسی طرح اللہ تمہارے لئے (اپنے) احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔

اب رہے طبیعی و فطری امور و مسائل یعنی مظاہر عالم میں ودیعت شدہ امور و اسرار یا خدائی نشانات (آیات اللہ) کو کھوج نکالنے والے تو ان کو بھی قرآن حکیم "عقل مندوں" کے لقب سے نوازتے ہوئے اعلان کرتا ہے۔

إن فی خلق السمٰوٰتِ وَ الارضِ واختلاف الیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماءٍ فاحیا بہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل دابۃٍ وّ تصریف الریٰح و السحاب المسخّر بین السماء وَ الارض لاٰیٰت لقومٍ یعقلون ۝ (بقرہ ۱۶۴)

زمین اور آسمانوں کی تخلیق میں، دن رات کے ادل بدل میں، ان کشتیوں میں جو سمندر میں لوگوں کے لئے نفع بخش سامان لے کر چلتی ہیں، اس پانی میں جس کو اللہ نے بلندی سے اتارا، اور اس کے ذریعہ زمین کو زندگی بخشی جب کہ وہ مردہ حالت میں تھی، پھر اس میں ہر قسم کے جاندار پھیلا دئے، اور ہواؤں کے ہیر پھیر میں، اور اس بادل میں جو زمین اور آسمان کے درمیان مسخر رہتا ہے (غرض ان تمام مظاہر میں) عقل مندوں کے لئے یقیناً (بہت سی) نشانیاں (وجود باری اور اس کی قدرت و ربوبیت کے دلائل) موجود ہیں۔

یہ قرآن حکیم کی ایک بہت ہی اہم اور جامع آیت ہے جس میں عقل رکھنے والوں کی سند ان لوگوں کو دی جا رہی ہے، جو زمین اور اجرام سماوی کے طبیعی امور میں غور و خوض کرتے ہیں۔ دن رات کے ہیر پھیر کا حال دریافت کرتے ہیں سمندری جہازوں اور ان پر لدنے والے سامان تجارت کے فوائد پر نظر ڈالتے ہیں۔ بارش کے اسرار، نباتات کے مظاہر، چوپاؤں کی خلقت اور ان کی سرشت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ہواؤں کے ضوابط کا علم حاصل کرتے ہیں بارش اور بادلوں کے نظم و ضبط کا حال دریافت کرتے ہیں۔ غرض ان تمام چیزوں کی حقیقت و ماہیت اور ان کے اسرار و فوائد کا کھوج لگانا جو وجود باریِ تعالیٰ اور اس کی قدرت و ربوبیت اور اس کے علم ازلی و منصوبہ بندی کی تصدیق و تائید کی غرض سے ہو۔ "عقل و دانش مندی" کی نمایاں خصوصیت ہے۔

اس اجمال کی تفصیلات بعض دیگر مواقع پر اس طرح بیان کی گئی ہیں :-

ھو الذی انزل من السماء ماءً لکم منہ شرابٌ و منہ شجرٌ فیہ تسیمون ینبت لکم بہ الزرعَ

وہی (تو تمہارا رب) ہے جس نے تمہارے لئے اوپر سے پانی برسایا جس کو تم پیتے ہو اور جس سے درخت اگتے ہیں اور جس میں تم (اپنے جانوروں کو) چراتے ہو (پھر تمہارا رب)

وَ الزیتون والنخیل والاعناب و من کل الثمرات ط انّ فی ذٰلک لاٰیۃً لقوم یتفکرون و سخر لکم الیل والنہار والشمس والقمر ط والنجوم مسخرٰتٌ بامرہٖ ط ان فی ذٰلک لاٰیٰتٍ لقومٍ یعقلون۔ (نحل ۱۰، ۱۲)	اسی پانی سے تمہارے لئے کھیتیاں (اور خاص کر) زیتون، کھجور اور انگور نیز ہر قسم کے میوے اگاتا ہے۔اس باب میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے یقیناً (ایک بڑی) نشانی موجود ہے اور اسی نے دن رات اور چاند سورج کو تمہاری خدمت میں لگا دیا ہے اور ستارے بھی اس اسی کے حکم سے (تمہارے کام میں) لگے ہوئے ہیں یقیناً ان امور میں عقل رکھنے والوں کے لئے نشانیاں (ربوبیت کے دلائل) موجود ہیں۔

یوں تو مظاہر کائنات میں ہر جگہ اور ہر طرف خلّاق عالم کا وجود اس کی وحدت اور اس کے جمال و جلال کا بھرپور نظارہ دکھائی دیتا ہے۔مگر خاص کر موسم خزاں اور موسم بہار میں حیات ثانی (قیامت) کا بھی ایک واضح ثبوت خود اس عالم رنگ و بو میں بھی دکھائی دیتا ہے۔اور جس طرح دنیائے حیوانات میں خاص کر دودھ کا جو حیرت انگیز نظام قائم ہے۔وہ رب کائنات کا نوع انسانی کے لئے ایک بہت بڑا تحفہ ہے۔جس کو رب الارباب خون اور گوبر کے درمیان سے اس طرح نکالتا ہے کہ یہ دونوں چیزیں دودھ جیسے لذیذ اور شیریں مشروب سے خلط ملط نہیں ہو سکتیں۔حالانکہ یہ نظام اتنا نازک اور حیرت انگیز ہے کہ اگر اس میں ذرا سی بھی چوک ہو جائے تو پھر سارا دودھ یا تو گوبر زدہ ہو جائے گا یا پھر خون آلود (جیسا کہ طب و سائنس کی تحقیق ہے) چنانچہ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی زبردست قدرت کا ایک مظاہرہ قرار دیتے ہوئے اسے نوع انسانی پر ایک احسان قرار دیا ہے اسی طرح مختلف میووں اور پھلوں سے اچھی اچھی مرغوب و من پسند چیزیں (اچار، چٹنی، مربّے اور مشروبات وغیرہ) بنائے جاتے ہیں۔جو نوع انسانی کے لئے نقاش فطرت کے کیف آور تحفے ہیں اور ان تمام مظاہر و موجودات میں دانشمندوں کے لئے یقین پرور اور ایمان افروز دلائل و بصائر رکھ دیئے گئے ہیں یعنی ان دلائل کی تحقیق و تدوین کرنا اہل دانش کا کام ہے جو اپنے دور کے علوم و فنون کو پیش نظر رکھتے ہوئے نوع انسانی کے لئے ہدایت و رہنمائی کا سامان بہم پہنچانے والے ہیں۔

واللہ انزل من السماء ماءً فاحیا بہ الارض بعد موتہا ط ان فی ذٰلک لاٰیۃً	اور اللہ نے اوپر سے پانی برسایا پھر اس سے مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔اس واقعہ میں (غور سے) سننے والوں کے لئے ایک نشانی موجود ہے

لقوم یسمعون ۔ و ان لکم فی الانعام لعبرۃ ط نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث و دم لبنا خالصا للشربین ۔ و من ثمرات النخیل و الاعناب تتخذون منہ سکرا و رزقا حسنا ط ان فی ذلک لایۃ لقوم یعقلون (نحل ۶۵، ۶۷)

اور تمہارے لئے یقیناً چوپاؤں میں بھی بصیرت کی ایک چیز موجود ہے (دیکھو) ہم ان کے پیٹوں میں خون اور گوبر کے درمیان سے خالص دودھ (نکال کر) تمہیں پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے (بڑا) خوشگوار ہوتا ہے اور (اسی طرح) کھجور اور انگور کے پھلوں سے بھی تم لوگ نشہ آور اچھی چیزیں بناتے ہو (جو ہمارے ہی پیدا کردہ ہیں) اس میں عقل رکھنے والوں کے لئے (واضح) نشانی موجود ہے

ایک دوسرے موقعہ پر شرک کی تردید میں انسان کی فطرت اور اس کے معاشرتی حالات سے متعلق ایک بہترین مثال دیتے ہوئے "اہل دانش" کی ہمت افزائی اس طرح کی گئی ہے۔

ضرب لکم مثلا من انفسکم ط هل لکم من ما ملکت ایمانکم من شرکاء فی ما رزقنکم فانتم فیہ سواء تخافونھم کخیفتکم انفسکم ط کذلک نفصل الایت لقوم یعقلون ۝

(روم ۲۸)

وہ تمہارے لئے تمہارے ہی احوال کی ایک مثال بیان کرتا ہے (ذرا دھیان دو) جن لوگوں کے تم مالک ہو (آقا یا افسر ہونے کی حیثیت سے) کیا تمہارے مال و متاع میں تم اور وہ (شرکت کے لحاظ سے) برابر برابر ہیں؟ کیا تم اپنے غلاموں سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح اپنوں (برابر والوں) سے ڈرتے ہو؟ اس طرح ہم عقل والوں کے لئے دلائل کی تفصیل کرتے ہیں۔

مطلب یہ کہ جب تم اپنے غلاموں کو اپنی ملکیت میں شریک نہیں کر سکتے اور انہیں خاطر میں نہیں لاتے تو پھر اللہ تعالیٰ کے بندوں (غلاموں) کو اس کی بادشاہت میں شریک کس طرح کر سکتے ہو۔ (جاری ہے)

بروقت ۔ محفوظ ۔ باکفایت

پی۔ این۔ ایس۔ سی برّاعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل برآمدکنندگان اور درآمدکنندگان، دونوں کے لئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔

پی۔ این۔ ایس۔ سی قومی پرچم بردار۔ پیشہ ورانہ مہارت کا حامل جہاز راں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رواں دواں

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے

اُندلس میں اسلام کا عُروج و زوال

اسپین جس کو ہسپانیہ یا اندلس بھی کہتے ہیں۔ یورپ کے جنوب مغرب میں ایک جزیرہ نما ہے جس کا رقبہ دو لاکھ مربع میل سے زیادہ اور آب و ہوا تمام یورپین ممالک سے زیادہ معتدل اور خوشگوار ہے۔ وادی الکبیر اور تگیسی دو مشہور دریا ہیں جو یہاں بہتے ہیں اور جنہوں نے چند اور چھوٹے چھوٹے دریاؤں کے ساتھ مل کر ملک کو گلزار بنا دیا ہے۔

مسلمانوں سے پہلے یہاں صدیوں سے گاتھ خاندان کی حکومت تھی۔ اس خاندان کے فرماں روا راڈرک کے عہد میں اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کی اجازت سے شمالی افریقہ کے گورنر موسیٰ بن نصیر نے اس ملک کو فتح کیا۔

ابن اثیر جلد چہارم تاریخ الکامل میں بیان کیا ہے۔ اُندلس کے شاہی خاندان میں یہ رسم تھی کہ وہ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو طلیطلہ بادشاہ کی خدمت میں رہنے کے لئے بھیج دیتے تھے تاکہ وہ یہاں ادب حاصل کریں۔ اس رسم کے مطابق یولین نامی ایک شخص نے بھی اپنی لڑکی بادشاہِ وقت راڈرک (جس کو ابن اثیر نے زدیق لکھا ہے) کی خدمت میں ادب اور علم و تہذیب حاصل کرنے کے لئے بھیج دیا۔ یہ لڑکی نہایت حسین و جمیل تھی۔ راڈرک اس پر عاشق ہو گیا اور اسے بہ جبر اپنے تصرف میں لایا۔ لڑکی نے اصل واقعہ کی اطلاع اپنے باپ کو دی۔ وہ یہ معلوم کر کے بڑا برہم ہوا۔ اس نے موسیٰ بن نصیر کو اندلس پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی (چنانچہ موسیٰ بن نصیر نے جو لشکر بھیجا تھا یولین اس کے لئے رہنما کا کام دیتا تھا) موسیٰ بن نصیر نے اپنے آزاد کردہ غلام طارق بن زیاد کو سات ہزار مجاہدین اسلام کا لشکر روانہ کیا۔ یہ لشکر کشتیوں کے ذریعہ بارہ میل چوڑی آبنائے کو عبور کر کے اندلس میں داخل ہوئے اور مشرقی ساحلی چٹان پر قبضہ کر لیا۔ یہی چٹان ہے جس کو طارق کے نام کی مناسبت سے "جبل الطارق" یا انگریزی "جبرالٹر" کہتے ہیں۔ راڈرک اس وقت کسی اور جنگ میں مصروف تھا اس نے مسلمانوں کے اس حملہ کی خبر سنی تو فوراً ایک لاکھ مسلّح سپاہیوں کا لشکر عظیم لے کر بڑے ساز و سامان شوکت و حشم کے ساتھ اسلامی لشکر کے مقابلہ کے لئے بڑھا۔ طارق کی درخواست پر موسیٰ بن نصیر نے پانچ ہزار مجاہدین اسلام کا لشکر بطور امداد روانہ کیا اس طرح مسلمانوں کا کل لشکر بارہ ہزار نفوس پر مشتمل تھا دوسری طرف ایک لاکھ کا ٹڈی دل لشکر جرار تھا علاوہ بریں مسلمان اس ملک میں بالکل اجنبی تھے۔ طارق نے تمام کشتیاں جلوادیں اور اپنی فوج کو جمع کر کے پرجوش انداز سے تقریر

کرتے ہوئے کہا۔

"مسلمانو! سمندر تمہارے پیچھے ہے دشمن تمہارے سامنے ہے اب دونوں میں سے کسی ایک صورت کو اختیار کر لو"

اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں نے اس زور سے حملہ کیا کہ دشمن کی فوج میں انتشار پیدا ہوگیا۔ جنگ دریائے لکہ کے ساحل پر ہوئی۔ راڈرک اس شکست سے سراسیمہ ہو کر فرار ہوا کہ پھر اس کا نام و نشان ہی نہ مل سکا۔ بعض مؤرخین کے نزدیک دریا میں ڈوب کر مرا۔ جب قاصد نے ولید بن عبد الملک اموی خلیفہ کے دربار میں حاضر ہو کر اندلس کی فتوحات کا حال سنایا، تو ولید دربار ایزدی میں سجدہ میں گر گیا اور دیر تک اسی حالت میں پڑا رہا۔

اندلس میں ۹۲ھ سے ۸۹۷ھ تک آٹھ سو سال تک مسلمان اس ملک کے حاکم رہے۔ اس مدت میں زندگی کے مختلف شعبوں میں مسلمانوں نے جو شاندار کارنامے سرانجام دئے وہ تاریخ میں ہمیشہ یادگار حیثیت رکھتے ہیں۔

ایک مشہور مستشرق مؤرخ سدیو لکھتا ہے :-

"عرب چونکہ زراعت اور تجارت کے اصول سے خوب واقف تھے اور ان کا تجربہ رکھتے تھے اس بنا پر انہوں نے اندلس کے شہروں کو گل و گلزار بنا دیا۔ ایک شہر کو دوسرے شہر سے تجارتی تعلقات کے ذریعے اس طرح مربوط کر دیا کہ رفاہیت اور خوشحالی عام ہوگئی اور پہلے سے عربوں اور بربر قوم میں جو منافرت تھی وہ بھی جاتی رہی۔

دوسری جگہ لکھتا ہے :-

اسپین کے عرب علوم و فنون میں صنعت و حرفت میں اخلاق و عادات میں اہل فرنگ سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھے۔ قسطیلہ کے شاہان فرنگ بھی عربوں کی کریم النفسی اور ان کی شرافت کا یقین رکھتے تھے قرآن پر عامل ہونے کی وجہ سے یہ لوگ حسب و نسب کو بھول گئے۔ عربوں کو علوم و فنون میں، صنعت اور حرفت میں اور زراعت میں بڑی دستگاہ حاصل تھی۔ مرد تو مرد عورتیں تک طب، علم نحو، ہندسہ، مبادی علم الطبیعی، کیمیا، تاریخ میں کمال رکھتی تھیں۔ ان کے کتب خانے قدیم علوم علمائے یونان اور فلاسفہ اسکندریہ کی کتابوں کے منقول نسخوں پر تھے۔ دسویں صدی کے آخر میں روم کے پاپا گوبرٹ نے ان کتب خانوں سے فائدہ اٹھا کر ایسے عجیب و غریب علوم و معارف اپنے ہم مذہبوں کے سامنے پیش کئے کہ وہ دنگ رہ گئے اور انہوں نے پاپا کو جادوگری کی تہمت لگائی"

علوم و فنون کے علاوہ صنعت و حرفت اور دستکاری میں عربوں کا یہی حال تھا۔ انہوں نے رومیوں اور فینقوں کے اصول و فنون سے واقفیت حاصل کی۔ اندلس کے سواحل سے مرجان اور طراغوانہ کے بیش قیمت

موتی نکالے۔ روئی کے بُننے میں کمال پیدا کیا ریشمی اور سوتی کپڑوں کے تیار کرنے کی دستکاری میں مہارت حاصل کی ریشم کا کپڑا غرناطہ کا مشہور ہے۔

بلنشیہ اور غرناطہ کی بنجر زمینوں کو سیراب کرنے کے لئے عربوں نے ایک عجیب جدت سے کام لیا انہوں نے دریائے طونہ جو دانسہ کے قریب سمندر میں گرتا ہے اس کے پانی کو سمندر سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک پشتہ باندھ کر روک دیا اس پانی سے سات نہریں نکالی گئیں پھر ان سات نہروں سے مختلف حوض اور تالاب بنائے گئے جن سے کھیتوں کو سیراب کیا جاتا تھا۔ آب پاشی کی اس ترکیب سے عربوں نے اسپین کی بنجر زمینوں کو گلزار بنا دیا۔ عربوں نے اسپین میں زراعت کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے اور اسے اس حد تک ترقی دی کہ سال بھر میں تین تین فصلیں کاٹتے تھے۔ چاول، نیشکر، زعفران، کھجور، پستہ، کیلا، شفتالو، انگور، آڑو، روئی اور قسم قسم کے پھول، ترکاریاں یہ تمام چیزیں مسلمانوں کی خوش ذوق کوششوں نے اندلس کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیں اور یہیں سے یہ تمام چیزیں یورپ جاتی تھیں۔

اندلس کی تمدنی اور شہری وسعت کا ذکر کرتے ہوئے سدیو لکھتا ہے۔

"اسپین کے جس حصے پر مسلمان حکمران تھے وہ چھ صوبوں، اَسّی بڑے بڑے شہروں، تین سو چھوٹے چھوٹے شہروں اور بے شمار دیہات پر مشتمل تھا۔ صرف ایک قرطبہ میں دو لاکھ گھر، چھ سو مساجد، دو سو مدارس عربیہ، پچاس سے زائد بڑے بڑے ہسپتال، اَسّی پبلک کالج اور نو سو حمام تھے۔ اس کی آبادی ۱۰ لاکھ سے متجاوز تھی۔ خلفا کی آمدنی علاوہ اس پانچویں حصہ کے جو ان کو مال غنیمت سے یا یہودی اور عیسائیوں کے جزیے سے ملتا تھا۔ ایک کروڑ بیس لاکھ پینتالیس ہزار دینار تھی۔"

اندلس میں عربوں نے ایسی شاندار عمارتیں اور محلات اور مساجد بنائیں جو دنیا میں اپنی نظیر نہ رکھتی تھیں صرف ایک مسجد قرطبہ ہی کو لیجئے جو اب تک اپنی عظمت اور شوکت کے لحاظ سے دمشق کی جامع اموی سے ہمسری کا دعوٰی کر رہی ہے اس مسجد کا طول ۶۰۰ اور عرض تقریباً دو سو پچاس قدم تھا اس کے دائیں جانب کے عرض میں ۳۸ اور بائیں جانب کے عرض میں ۲۹ صحن تھے۔ ایک ہزار ترانوے سنگ مرمر کے خوبصورت ترین ستون تھے جنوب کی جانب ۱۹ دروازے تھے جو تانبہ کی منقش چادروں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ درمیانی عمارت کے بڑے دروازے پر سونے کی چادر تھی اس کی چوٹی پر تین زریں گنبد تھے بڑے گنبد پر ہیرے کا انار تھا جو چاند کی طرح چمکتا تھا۔ مسجد میں چار ہزار سات سو قندیلیں روشن ہوتی تھیں ایک قندیل جو محراب میں جلتی تھی وہ خالص سونے کی تھی اس پر ہر سال چوبیس ہزار رطل زیتون اور ایک سو بیس رطل عنبر اور عود صرف ہوتا تھا۔ مسجد کے بلند و بالا میناروں اور گنبدوں کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی تھی۔

علامہ اقبال مرحوم مسجد قرطبہ گئے تو مسلمانوں کی عہد رفتہ ماضی کو یاد کر کے رو پڑے اور پکار اٹھے ؂

تیرا جلال و جمال مردِ خدا کی دلیل
وہ جلیل و جمیل تو بھی جلیل و جمیل

تیری بنا پائیدار تیرے ستون بے شمار
شام کے صحرا میں ہو جیسے ہجومِ نخیل

عہدِ حاضر کے مشہور مفکرِ اسلام علامہ سید ابوالحسن ندوی مدظلہ کے بقول اب جامع قرطبہ کو ایک عیسائی گرجا گھر میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ صرف محراب کے آثار باقی ہیں۔

مسجد قرطبہ کے علاوہ خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث نے قرطبہ سے چند میل کے فاصلہ پر اپنی عیسائی محبوبہ بیوی کے لئے جو عالی شان محل بنوایا وہ صنعت، کاریگری اور فنی خوبیوں کے لحاظ سے ایک یادگار اور نادرِ روزگار عمارت تھی۔ مؤرخین کا بیان ہے۔

اس محل کے گنبد چار ہزار تین سو ستونوں پر قائم تھے ان ستونوں پر مختلف اقسام و انواع کے قیمتی منقش پتھروں سے قائم تھے محل کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ لوگ اس کو قصر الزہرہ کی بجائے قصر مدینۃ الزہرہ کہتے تھے۔ محل کے وسیع و عریض عمارات میں جا بجا صاف شفاف اور شیریں پانی کے حوض اور فوارے بنے ہوئے تھے۔ ان فواروں پر درجنوں چرند و پرند جانوروں کی صورتیں تھیں۔ جو مختلف قسم کے جواہرات اور سونے سے بنی ہوئی تھیں۔ ہر جانور کے منہ سے پانی کا فوارہ نکلتا تھا۔ اس محل کا ایک حصہ قصر الخلفا کہلاتا تھا اس کی چھت خالص سونے کی تھی اور دیواریں ایسی شفاف تھیں کہ جس کی ایک طرف کی چیز دوسری طرف نظر آتی تھی۔ قصر کے اردگرد صاف شفاف خوشنما تھی دانت کے چوکھٹوں میں آئینے نصب تھے جس وقت دروازے کھول دیئے جاتے تو آفتاب کی شعاعوں سے مکان اس قدر روشن ہو جاتا جس سے آنکھیں چندھیا جاتیں۔ اس حالت میں پارہ ہلا دیا جاتا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تمام مکان جنبش میں ہے قصر الزہرہ کے انتظام و نگرانی کے لئے تیرہ ہزار سات سو پچاس ملازم حرم سرا میں چھ ہزار عورتیں خدمت گذاری کے لئے وقف تھیں۔ حوضوں میں بارہ ہزار روٹیاں علاوہ اور چیزوں کے مچھلیوں کو خوراک ڈالی جاتی تھی یہ قصر بیس کروڑ پچاس لاکھ روپیہ کی لاگت میں بن کر تیار ہوا۔ اس کا طول چار میل اور عرض تین میل تھا۔ ۳۲۵ھ میں اس کی تعمیر شروع ہوئی اور پچیس سال میں تکمیل کو پہنچی[1]

اندلس پر مسلمانوں کی حکومت تقریباً آٹھ سو سال قائم رہی۔ آج اندلس میں اسلام کا نام نہیں۔ حکمرانوں کی باہمی کشمکش، اندرون ملک طوائف الملوکی۔ اسلام سے روگردانی اور مرکز سے بے اعتنائی کا دور دورہ شروع ہوا

[1] مسلمانوں کا عروج و زوال مصنفہ مولانا سعید احمد ایم اے صفحہ ۱۶۴، ۱۶۵

عیسائیوں نے مسلمانوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پورے اندلس پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کی اندلس پر حکومت ختم ہوتے ہی مسلمانوں کا عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا۔ ظلم و سفاکی اور جبر و ستم کا کوئی ایسا پہلو نہ تھا جو ان کے حق میں روا نہ رکھا گیا۔

تمدن عرب کا مشہور مصنف موسیو لکھتا ہے :-

"اندلس کے غریب مسلمانوں پر جو ظلم توڑے گئے دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ حالاں کہ یہی وہ مسلمان تھے جنہوں نے اقتدار اور حکومت کے زمانے میں عیسائیوں پر کبھی اس قسم کے ظلم نہیں کئے اگر وہ ایسا کرنے پر آجاتے تو آج جزیرہ نما اسپین عیسائیوں کے نام و نشان اور ان کے وجود سے یکسر خالی ہوتا"

استاد کرد علی متعدد عربی مورخین کے حوالہ سے لکھتے ہیں :-

۱۴۹۹ء سے اندلس کے مسلمانوں پر جبر و تشدد اور ظلم و ستم کا عہد شروع ہوا اہل اسپین عربوں کے بچوں کو پکڑ لیتے اور انہیں جبراً عیسائی بنا لیتے۔ نوجوانوں کو بالجبر اسلام سے تائب کراتے جو تائب نہ ہوتے ان کو زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ اس طرح کئی لاکھ مسلمانوں کو نذر آتش کر دیا گیا۔

لارڈ بشپ نے سرزمین اندلس کو عربوں کے وجود کو بالکل پاک صاف کر دینے کے لئے یہ تجویز پیش کی کہ جو عرب مسیحی دین اختیار نہ کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت سب کو قتل کر دیا جائے۔

فرانس کا مشہور انقلابی مصنف ولیٹر لکھتا ہے :-

"جب عربوں نے اسپین فتح کیا تو انہوں نے ایک عیسائی کو بھی اسلام اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ لیکن یہ امر انتہائی افسوسناک ہے کہ جب عیسائیوں کا اس ملک پر قبضہ ہو گیا تو شینس نے تمام عربوں کو عیسائی کر لینا چاہا اس سلسلہ میں پچاس ہزار مسلمان اس امر پر مجبور ہوئے کہ انہیں صلیب کا نشان لگانا پڑا۔

۱۵۶۶ء میں یہ حکم جاری ہوا کہ اندلس میں مسلمان عربی زبان کا استعمال اور اپنے شعائر اور طریق عبادت کو ترک کر دیں ان مصائب سے تنگ آ کر مسلمانوں نے غرناطہ میں بغاوت کر دی نتیجہ یہ ہوا کہ کئی سال تک جنگ جاری رہی آخر کار مسلمانوں کو شکست ہوئی۔

۱۶۰۷ء کو حکم عام ہوا کہ مسلمان سرزمین اندلس کو بالکل خالی کر دیں چنانچہ دو سال کی مدت میں پانچ لاکھ مسلمانوں نے اس ملک کو خیر باد کہا۔ زیادہ تر لوگ افریقہ میں نکل گئے جہاں ان کو آب و ہوا راس نہ آئی اور مر گئے۔ فرڈنینڈ کے غرناطہ پر تسلط سے لے کر آخری جلاوطنی تک جن لوگوں نے سپین کو چھوڑا ان کی تعداد تیس لاکھ ہے۔ ہم مسلمان وہ تھے جن کو راستہ ہی میں قتل کر دیا گیا۔ وہ غریب منزل مقصود تک بھی نہ پہنچ سکے [1]
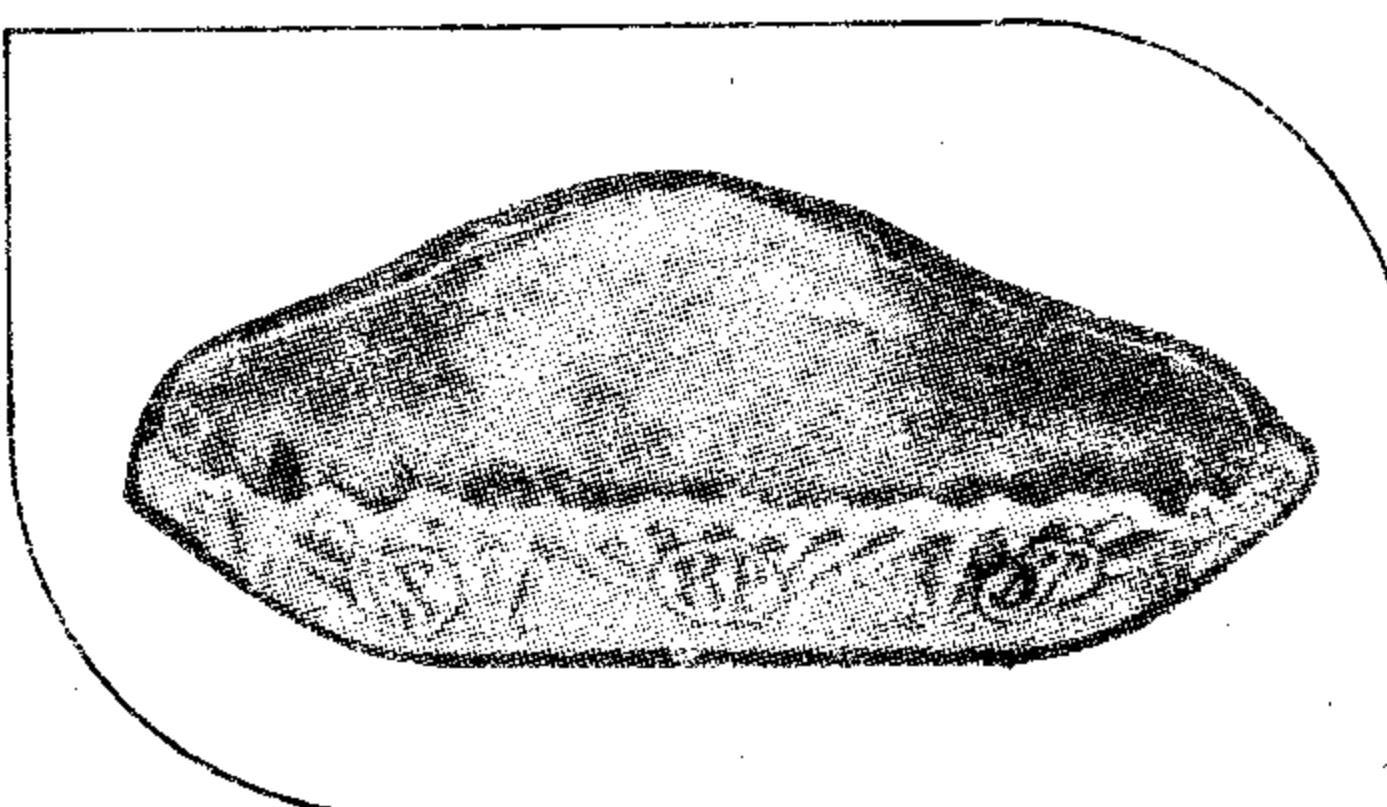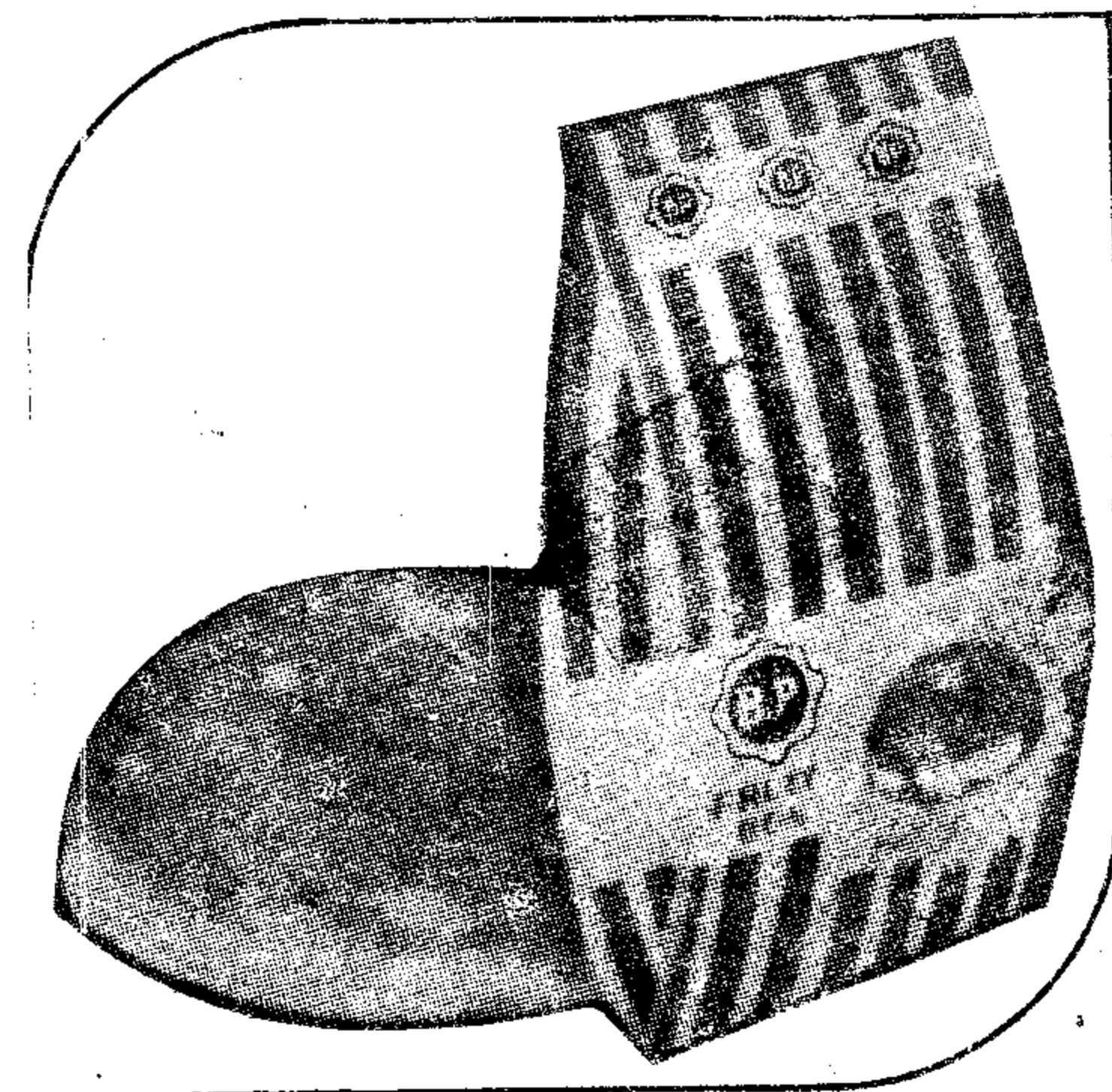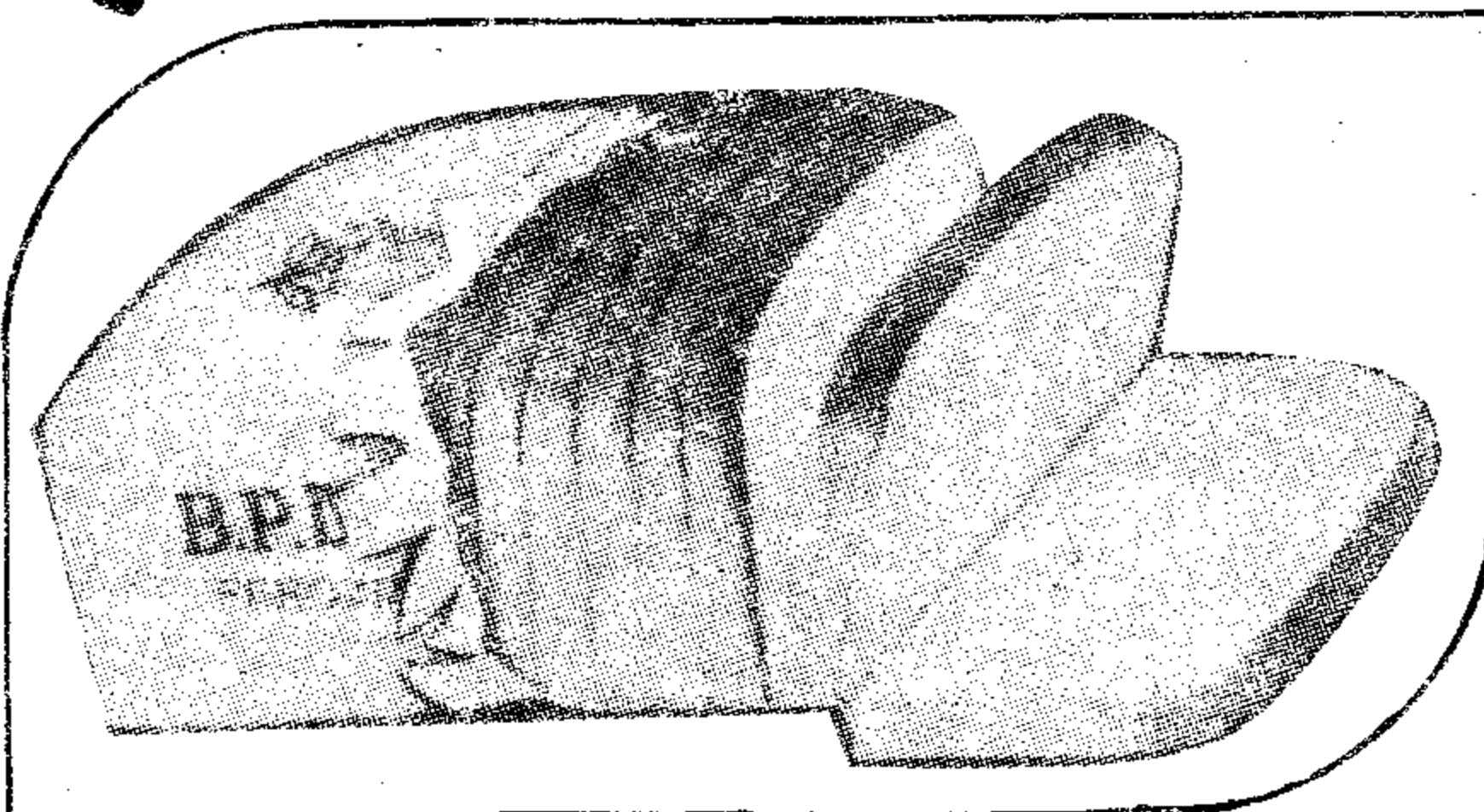
---

[1] مسلمانوں کا عروج و زوال مصنفہ مولانا سعید احمد ایم اے۔

B.P
ذائقے میں لذیذ
غذائیت سے بھرپور
حفظانِ صحت کے
اصولوں پر تیار کردہ
بی پی
• ڈبل روٹی
• فروٹ بن
• فروٹ کیک
B.P
بی پی (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۱۵۱- فیروز پور روڈ - لاہور
فون: ۳۱۶۸۳۲ ، ۳۱۶۸۳۷

جناب محمود الازہار ندوی

مُسلم آبادی کا ارتقاء

گذشتہ چند صدیوں میں مسلمانوں کی آبادی میں کمی یا زیادتی اور مستقبل میں کس شرح سے اضافہ ہوگا کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ موضوع باعث دلچسپی ہوگا۔ سرکاری ادارے، تجارتی یکساں، اقتصادی، اجتماعی اور ثقافتی ادارے بلکہ ہر شخص یہ جاننا چاہے گا کہ دنیا کے مختلف ممالک میں آبادی میں اضافہ کی شرح کیا ہوگی۔

عالم اسلام جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں کے علاقوں کی آبادی میں اضافہ انسانی تعداد اور ان اقتصادی خصوصیات کی وجہ سے جب سے عالم اسلام مستفید ہو رہا ہے بڑی اہمیت کا مالک ہے مسلم ممالک کی آبادی کی تفصیلات اور خاص طور سے مسلمانوں کی تعداد اور عالم اسلام میں ان کا تناسب ایک بہت بڑا مسئلہ ہے دنیا کے اس جاندار خطہ کی آبادی کا جائزہ لینے والوں کو اس کا سابقہ پڑتا ہے۔ اس سلسلہ میں جو اعداد و شمار ملتے ہیں وہ تقریبی ہیں جو اصل تعداد سے کم اور زیادہ ہو سکتے ہیں۔
اور اسلامی حوالوں کا ملاحظہ کرنے والوں نے مسلمانوں کی تعداد کے متعلق جو اندازے پیش کئے ہیں ان میں سے زیادہ قدیم وہ رسالہ جس کو محمد توفیق البکری جو مصر میں بیسویں صدی کے ایک صوفی شیخ تھے کا ہے یہ رسالہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا اور جس کا نام "اسلام کا مستقبل" تھا اس میں مسلمانوں کی تعداد ۱۹۰۰ء تک ۲۳۰ ملین مذکور ہے۔ جو دنیا کی کل آبادی ۱۵۰۰ کی ۲۰ فیصد ہوتی ہے۔ اس کے بعد ہی شکیب ارسلان کے اعداد و شمار ہیں۔ جو انہوں نے ۱۹۳۴ء میں اسٹیورڈ کی کتاب "حاضر العالم الاسلامی" میں پیش کیا ہے۔ اس میں مسلمانوں کی تعداد ۴۰۰ ملین ہے۔ جو دنیا کی کل آبادی ۲۰۷۰ ملین میں ۱۹٪ ہے دنیا کے زندہ مذاہب نامی کتاب جس کو انگریزی میں ایک پاکستانی محقق احمد المصدوسی نے مرتب کیا ہے اور جو ۱۹۵۴ء میں شائع ہوئی ہے۔ اور اس کا شمار جدید کتب مراجع میں ہوتا ہے۔ جس میں مؤلف نے دنیا کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں کی تعداد کو تفصیل سے لکھا ہے۔ اس تفصیل پر اعتماد کرتے ہوئے ۱۹۵۰ء تک

مسلمانوں کی تعداد ۵۱۰ ملین مذکور ہے۔ جب کہ پوری دنیا کی آبادی ۲۵۱۳ ملین تھی۔ جس سے مسلمانوں کا تناسب ۲۰٫۳٪ ہے۔

اس صدی کی چھٹی دہائی میں جو سب سے معتمد اعداد و شمار مسلمانوں کی تعداد کے بارے میں ملتے ہیں وہ ہیں جس کو ہندوستان کی جمعیت علماء نے شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحمید بخت مرحوم نے اپنی کتاب "عربی اسلامی معاشرہ میں" جو ۱۹۶۶ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی، میں ۱۹۶۰ء تک مسلمانوں کی تعداد ۶۳۰ ملین تحریر کی ہے اور پوری دنیا کی آبادی ۲۹۸۶ ملین میں ان کا تناسب ۲۱٪ ہے۔

اور ساتویں دہائی میں "قسمات العالم الاسلامی" کے نام سے ڈاکٹر مصطفےٰ مومن کی کتاب شائع ہوئی جس میں ۱۹۷۰ء تک کے اعداد و شمار درج ہیں۔ یعنی ۷۴۰ ملین جس میں دنیا کی آبادی ۳۶۱۸ ملین مذکور ہے اور اسی طرح مسلمانوں کا تناسب ۲۰٫۴٪ ہے۔

اور ساتویں دہائی میں مشہور محقق پروفیسر محمود شاکر کی مسلمانوں کی تعداد سے متعلق ایک بہترین مجموعہ شائع ہوا جس میں مسلمانوں کی تعداد ۸۵۰ ملین مذکور ہے جب کہ دنیا کی آبادی ۳۹۶۷ ملین بتائی گئی ہے اس طرح مسلمانوں کا تناسب ۲۱٫۴٪ ہوتا ہے۔

اور مغربی ذرائع کے اعداد و شمار جو ماضی اور موجودہ آبادی کی تعداد پر مبنی ہے اور اسی صدی کے اوائل سے ساتویں دہائی تک کے تعداد کا احاطہ کرنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد گزشتہ تین صدیوں میں اس طرح رہی ہو گی۔

سنہ عیسوی	دنیا کی آبادی ملین میں	مسلمانوں کی آبادی ملین میں	تناسب
۱۶۵۰	۴۷۰	۱۰۰	۲۱٫۳٪
۱۷۵۰	۶۹۴	۱۵۰	۲۱٫۶٪
۱۸۵۰	۱۰۹۰	۲۱۰	۱۹٪
۱۹۰۰	۱۵۱۷	۳۲۰	۲۰٪
۱۹۳۰	۲۰۷۰	۴۰۰	۱۹٪
۱۹۵۰	۲۵۱۳	۵۱۰	۳٫۳٪
۱۹۶۰	۲۹۸۶	۶۳۰	۲۱٪
۱۹۷۰	۳۶۱۸	۷۴۰	۲٫۴٪
۱۹۷۵	۳۹۶۷	۸۵۰	۲۱٫۴٪

اس نقشہ سے واضح ہوجاتا ہے کہ گذشتہ تین صدیوں میں مسلمانوں کی تعداد پانچ بار بڑھی ہے ۱۶۵۰ء میں مسلمانوں کی تعداد ۱۰۰ ملین تھی اگر وہ تعداد ۱۹۵۰ء تک ۵۰۰ ملین سے زائد ہوگئی اور گذشتہ ربع صدی ۱۹۵۰ء سے ۱۹۷۵ء تک مسلمانوں کی تعداد تیزی سے بڑھی اور ۵۱۰ ملین سے ۸۵۰ ملین ہوگئی، یعنی ۳۴۰ ملین بڑھی اور یہ اضافہ ۱۳ ٪ سے زائد ہے۔

آٹھویں دہائی میں مقالہ نگار نے خود دنیا کے مسلمانوں کی تعداد کو جمع کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد ۱۹۸۰ء تک ۹۷۰ ملین ہوگئی تھی جبکہ پوری دنیا کی آبادی ۴۴۳۱ ملین تھی، اس طرح مسلمانوں کا تناسب ۲۱،۹ ٪ ہوتا ہے۔

اور مسلمانوں کی تعداد جیسا کہ مقالہ نگار تحریر کرتا ہے۔ اقوام متحدہ کے آفس کے تحت دنیا کی آبادی کے اعداد و شمار کے مطابق ہیں۔ جو اس نے جولائی ۱۹۸۸ میں شائع کئے ہیں اس میں دنیا کی آبادی ۵۰۸۳ ملین تھی۔ اسی لحاظ سے مسلمانوں کا اوسط ۲۲،۸ ٪ ہوتا ہے ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۸ تک کی آبادی کی ترتیب اس طرح ہے۔

سنہ عیسوی	دنیا کی آبادی ملین میں	مسلمانوں کی آبادی ملین میں	تناسب
۱۹۸۰	۴۴۳۱	۹۷۰	۲۱٫۹ ٪
۱۹۸۱	۴۵۰۸	۹۹۲	۲۲ ٪
۱۹۸۲	۴۵۸۶	۱۰۱۸	۲۲٫۲ ٪
۱۹۸۳	۴۶۶۸	۱۰۳۶	۲۲٫۲ ٪
۱۹۸۴	۴۷۴۴	۱۰۶۸	۲۲٫۵ ٪
۱۹۸۵	۴۸۲۶	۱۰۹۶	۲۲٫۷ ٪
۱۹۸۶	۴۹۱۰	۱۱۱۶	۲۲٫۷ ٪
۱۹۸۷	۴۹۹۴	۱۱۳۹	۲۲٫۸ ٪
۱۹۸۸	۵۰۸۳	۱۱۵۸	۲۲٫۸ ٪

اس نقشہ سے معلوم ہوجاتا ہے کہ ۱۹۸۱ تک مسلمانوں کی تعداد ۹۹۲ ملین تک پہنچ گئی تھی، اور بعد کے سالوں میں ان کی تعداد بڑھتی گئی مسلمانوں کی آبادی پہلی بار یعنی ۱۹۸۱ میں ۲۲ ٪ ہوئی جیسا کہ ۔ے مطلوب ۱۹۸۱ – ۱۹۸۸ میں مسلمانوں

(باقی صہ ۵۳ پر)

نزلہ زکام اور کھانسی کا ایک سبب
دُھواں اور دُھول!
سُعالین
ان بیماریوں سے صحّت یابی
کا اُصول
A HERBAL CURE FOR
COUGH COLD AND BRONCHITIS
Sualin
سڑکوں پر دھواں، گلی کوچوں میں دھول اور
ماحول میں آلودگی سے نزلہ، زکام، گلے کی خراش اور کھانسی
کی شکایات پیدا ہوجاتی ہیں۔ سُعالین کا استعمال ان شکایات سے محفوظ رہنے کی
اچھی تدبیر بھی ہے اور مفید علاج بھی۔
سُعالین ہمارے ماحول، مزاج اور آب و ہوا سے مطابقت رکھنے والی مُفید و مؤثر
جڑی بوٹیوں سے تیار کی جاتی ہے۔ یہ نزلہ، زکام، کھانسی
اور گلے کی خراش سے آپ کو عارضی افاقہ کے بجائے مکمّل آرام پہنچاتی ہے۔
گھر ہو یا دفتر، قیام ہو یا سفر، سُعالین ہمیشہ اپنے ساتھ رکھیے۔
SUALIN
50 TABLETS
A HERBAL CURE FOR
COUGH COLDS
AND
BRONCHITIS
HAMDARD PAKISTAN
جڑی بوٹیوں کا مرکّب
سُعالین
نزلہ، زکام اور کھانسی کا مفید علاج
ہمدرد
آوازِ اخلاق
دیانت داری خود اعتمادی پیدا کرتی ہے
Adarts-SUA-1/89

مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی ، کراچی

مؤلفات سیوطیؒ کے فہرست نگاروں پر ایک نظر

اور تالیفات سیوطیؒ کے ہفت گانہ اقسام

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کثیر التصانیف عالم تھے ان کی تصانیف کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے۔ علامہ موصوف نے اپنی تالیفات کو حسن المحاضرہ میں فنوار ترتیب پر نقل کیا اور کتاب التحدث بنعمۃ اللہ میں انہیں زیادہ تفصیل سے بیان کیا اور ان کتابوں کو ہفت گانہ اقسام کے تحت نام بنام نقل کیا تاکہ ہر کتاب کی علمی و تحقیقی حیثیت اہل علم پر واضح ہو جائے۔ اور یہ بات بھی ان کے علم میں آجائے کہ وہ ایک جلد میں ہے یا کئی جلدوں میں، پھر وہ مکمل ہے یا ناتمام و ناقص۔ ان وجوہ سے یہ فہرست اپنی اہمیت و افادیت کے اعتبار سے اس لائق ہے کہ ہر محقق و مصنف اور مدرس و متعلم کے پیش نظر رہے تاکہ علامہ موصوف کی تالیفات سے کماحقہ افادہ و استفادہ کیا جا سکے۔ دانشگاہوں اور جامعات کے کتب خانوں میں اس فہرست کا محفوظ رہنا ایک ناگزیر حقیقت ہے۔ اس سے علامہ سیوطیؒ کی تصانیف میں اہل علم کی رہنمائی کے لئے یہ ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ فہرست علامہ موصوف کی تالیفات کے متعلق بصیرت و قیمتی معلومات حاصل کرنے میں سہولت کی حامل ہے۔
(ع - ق - ح)

مؤلفات سیوطیؒ کے فہرست نگاروں پر ایک نظر

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی مطبوعہ کتابوں کے مطالعہ سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موصوف اپنی تالیفات کے آغاز و اختتام میں سال تالیف نقل کرنے کا التزام نہیں کرتے۔ اس لئے عموماً ان کی مطبوعہ تصانیف میں سنوار ترتیب کا پتہ نہیں چلتا۔ موصوف اپنی تالیفات میں دوران بحث کہیں کہیں اپنی دوسری تالیفات کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں موضوع پر فلاں کتاب پہلے لکھی تھی اور محولہ کتابیں

اس تالیف سے پہلے کی تالیفات ہیں۔ لیکن سنین کی تعین پھر بھی مشکل ہے ان وجوہ سے ان کی تالیفات کو سنین کی ترتیب سے پیش کرنا آسان نہیں۔ ہمارے علم میں نہیں کہ کسی فہرست نگار نے موصوف کی تالیفات کی فہرست سنوار ترتیب سے تیار کی ہو۔

ہندوستان کے نامور عالم مولانا عبدالاول جونپوری نے علامہ سیوطی کی تالیفات کی ایک فہرست شکر المعطی کے نام سے مرتب کی تھی وہ شائع ہو چکی ہے لیکن جستجو کے باوجود ہمیں وہ پاکستان میں دستیاب نہیں ہوئی اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ فہرست فنون پر مرتب ہے یا حروف تہجی پر اس کی ترتیب قائم ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی کی تصانیف کی ترتیب سہ گانہ اقسام میں پائی جاتی ہے۔ پہلی ترتیب جو قدرت ترتیب و ندرت معلومات، اہمیت، افادیت و جامعیت کے اعتبار سے کی گئی ہے یہ وہ انوکھی ترتیب ہے جو علامہ سیوطی نے کتاب التحدث بنعمۃ اللہ میں خود پیش کی ہے یہ اہم کام صحیح معنی میں ایک مصنف ہی کر سکتا ہے ع

تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں

دوسری ترتیب فنون پر ہے۔ علامہ سیوطی نے حسن المحاضرہ میں اپنی تین سو سے اوپر تالیفات کے نام اپنے حالات کے ضمن میں نقل کئے ہیں لیکن اس فہرست میں دو خامیاں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ حسن المحاضرہ کے زمانۂ تالیف (۹۰۳ھ) تک تمام تالیفات کو نام بنام نقل کرنے کا التزام نہیں کیا۔ چنانچہ وغیرہا کر کے اس موضوع پر دیگر مولفات کے ناموں کو چھوڑ دیا گیا اس لئے یہ حسن المحاضرہ کے زمانۂ تالیف سے قبل کی تصانیف کی بھی مکمل فہرست نہیں ہے۔

۲۔ تالیفات کے نام نقل کرنے میں ہجائی ترتیب کا التزام نہیں کیا گیا۔

فنوار ترتیب پر بارہویں صدی ہجری کے کسی عالم نے ایک فہرست تیار کی تھی جسے فلوگل GUSTAVUS (FLUGEL) نے کشف الظنون کے لاطینی ترجمہ کی جلد ششم کے صـ ۶۶۶، ۶۷۹ میں نقل کیا ہے[1]۔

دونوں فہرستوں کے مقابلہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرتب کے پیش نظر حسن المحاضرہ بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس نے ان کتابوں کے نام بھی صحیح نقل نہیں کئے جو حسن المحاضرہ میں موجود ہیں۔

۱۔ اس فہرست میں بعض کتابوں کے نام صحیح نقل نہیں کئے گئے[2]۔ یہ فہرست ساز و فہرست نگار کی غلطی بھی کہی جا سکتی ہے

1. LEXICON BIBLIOGROPHIEUM EL ENCYCLOPAEDICUM LONDON. PRINTED FOR THE ORIENTAL TRANSLATION FUND 1852.

۲ھ مثلاً القول المعنی الحدث فی المعنی، حالانکہ صحیح نام القول المضی ہے یا شرح الکوکب الوقاد فی الاعتقاد (باقی اگلے صفحہ پر)

اور طباعت کی بھی۔ بہرحال اس فہرست میں تصحیح کا اہتمام نہیں ہے۔

۲۔ بعض کتابوں کا نام دو جزؤں پر مشتمل تھا۔ فہرست نگار نے ہر جزو کو جداگانہ کتاب سمجھا۔ مثلاً ایک کتاب کا نام "الحنظ الاخر من المغنم فی استدراک الکافر اذا اسلم" ہے۔ فہرست نگار نے اذا اسلم کو علیحدہ تالیف قرار دیا۔

۳۔ موضوعات کی تقسیم بھی درست نہیں۔ بعض کتابیں کسی اور موضوع سے تعلق رکھتی ہیں انہیں کسی اور موضوع کے تحت نقل کیا گیا۔

ایسا غالباً اس وجہ سے ہوا کہ فہرست نگار کو موصوف کی تمام کتابیں نہیں مل سکیں۔ اس نے نام دیکھ کر یا قیاس سے ایک موضوع کے تحت درج کر دیا حالانکہ اس کا تعلق اس موضوع سے نہیں۔ تاہم اس بحث سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ علامہ سیوطی کی تالیفات سے طلبہ، اہل علم اور محققین کو اعتنا رہا ہے۔

یہی فہرست فقیر محمد نے مطبع محمدی لاہور سے رسائل اثنا عشر کے ساتھ "فہرست مؤلفات امام سیوطی" کے نام سے شائع کی تھی۔ جو متوسط تقطیع کے گیارہ صفحات پر چھپی ہوئی ہے۔ لیکن اس میں کتابوں کے نام فلوگل کی نسبت زیادہ صحیح لکھے گئے ہیں۔ اسے شیخ عبدالعزیز عزالدین السیروان نے شائع کر دیا ہے۔[1]

تیسری ترتیب حروف ہجا کے اعتبار سے کی گئی ہے یہ وہ ترتیب ہے جسے مستشرقہ الیزابیث ماری سارٹن E. M. SARTAIN نے کتاب التحدث بنعمۃ اللہ (القاہرہ، المطبعۃ العربیۃ الحدیثۃ ۱۹۷۲ء) کے اشاریہ میں پیش کی ہے۔ اس میں تکرار ہے بعض تالیفات مثلاً کتاب التحدث بنعمۃ اللہ اور المزھر، کا اس میں ذکر نہیں۔ اس حیثیت سے یہ بھی تالیفات سیوطی کی جامع فہرست نہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی کثیر التصانیف عالم و مصنف تھے۔ ان کی تالیفات اسلامی دنیا کے کم و بیش ہر کتب خانہ میں پائی جاتی ہیں۔ بعض کتابیں ندرت معلومات، اہمیت و افادیت، جامعیت و اختصار کی وجہ سے بہت مقبول ہیں کثرت سے چھپتی رہتی ہیں۔ مختلف زبانوں میں ان کے ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ متاخرین علماء ان کی شرح لکھتے رہے ہیں۔ عصر حاضر میں محققین انہیں نہایت محنت اور قیمتی نادر تحقیقات سے شائع کر رہے ہیں جو ہر علمی طبقہ میں ان کی قبولیت کی نہایت روشن دلیل ہے۔ علامہ سیوطی کی مطبوعہ و مخطوطہ کتابیں کم و بیش چھوٹے بڑے کتب خانے میں پائی جاتی ہیں۔ ادبی و اسلامی گوناگوں موضوعات پر شائقین کو ان کی تصانیف کی گذشتہ دور کی نسبت

بقیہ گذشتہ صفحہ حالانکہ صحیح نام شرح الکوکب لوقاد فی نزی الاعتقاد ہے مثلاً مفہمات القرآن فی مبہمات القرآن۔ حالانکہ صحیح نام مفحمات الاقران ہے یا مثلاً کشف الصبابہ حالانکہ صحیح نام کشف الضبابہ ہے۔ اس قسم کی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔

[1] عبدالعزیز السیروان معجم طبقات الحفاظ والمفسرین مع دراسۃ عن الامام السیوطیؒ و مؤلفاتہ بیروت عالم الکتب ۱۹۸۴ء ص ۲۱-۳۴

موجودہ دور میں زیادہ احتیاج ہے اس لئے کہ وہ جن ماخذوں سے مواد نقل کرتے ہیں بیشتر ماخذ بسہولت یک جا دستیاب نہیں اور بعض ماخذ اسلامی دنیا میں آج بھی مفقود ہیں۔

ان وجوہ سے ان کی تصانیف و تالیفات کی فہرستیں تیار کی جاتی رہیں ہم ان کی تالیفات کی وہ فہرستیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ وہ فہرست جو علامہ سیوطی نے ندرت معلومات واہمیت اور افادیت وجامعیت کے پیش نظر تیار کی تھی۔

۲۔ دوسری وہ فہرست ہے جو حروف ہجا کی ترتیب پر مستشرقہ موصوفہ نے مرتب کی ہے۔ لیکن بحذف تکرار و اضافات تاکہ ان سے معلومات میں اضافہ اور فائدہ اٹھانے میں سہولت ہو۔

ہم نے حروف ہجا پر مرتب فہرست میں مطبوعات کی نشاندہی کی ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ علامہ سیوطی کی فلاں فلاں کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ نیز جن کتابوں کے ترجمے شائع ہوتے رہے ان کی طرف بھی بعض جگہ اشارہ کیا گیا ہے۔

۳۔ اور کتب خانوں میں مخطوطات کی فہرستوں میں موصوف کی تالیفات کے سن تالیف کو تلاش کیا جو مل سکے ان کا سن تالیف بتا دیا گیا اور جس تالیف کا اہم و قدیم نسخہ کسی کتب خانے میں محفوظ ہے اس کی بھی نشان دہی کر دی گئی ہے

۴۔ علامہ موصوف کی بعض تالیفات کا علم ہمیں مخطوطات کی فہرستوں سے ہوا۔ ان کتابوں کے نام ہم نے اس فہرست میں بڑھا دئیے ہیں۔

۵۔ علامہ سیوطی نے کسی موضوع پر کوئی کتاب لکھی اس کا ایک نام رکھا پھر اس کی شرح کی اس کا جداگانہ نام تجویز کیا بعد ازاں اس کی تلخیص کی۔ یا مختصر تیار کیا اسے مستقل نام دیا۔ اس طرح ایک کتاب سے تین کتابیں تیار کیں۔ اور تصانیف کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ چنانچہ موصوف تنویر الحوالک میں رقم طراز ہیں۔

میں نے پچھلے دور میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء گرامی تتبع و جستجو سے ڈھونڈے تو ان کی تعداد چار سو تک پہنچی۔ ان کی شرح ایک جلد میں لکھی اس کا نام المرقاۃ رکھا۔ پھر ایک جزء میں اس کی تلخیص کی اس کا نام الریاض الانیقۃ رکھا پھر اس کا خلاصہ ایک مختصر میں تیار کیا اس کا نام الوسیلۃ رکھا۔[1]

اسی طرح وہ عادات و خصائل جن کی وجہ سے عرش الٰہی کے سایہ تلے رہنا نصیب ہوتا ہے انہیں اسانید کے ساتھ جمع کیا۔ اس کا نام بزوغ الہلال فی الخصال الموجبۃ للظلال رکھا۔[2]

ان مذکورہ بالا اسباب کی وجہ سے علامہ سیوطی کی تالیفات کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی تھی۔

---

[1] السیوطی تنویر الحوالک۔ القاہرۃ: مکتبہ مصطفی البابی ج ۲ ص ۲۶۲ بحث اسماء اللہ [2] ایضاً ج ۲ ص ۲۳۶

۶۔ کبھی موصوف نے کسی تالیف میں کچھ اضافہ کیا تو پہلی اور دوسری تالیف کے نام میں کوئی صفت بڑھا کر ایک کو دوسرے سے ممتاز کر دیا۔ اس طرح دو کتابیں بنا دی گئیں۔ چنانچہ اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ میں دوسری بار رجب ۹۰۵ھ میں موضوعہ احادیث کا مزید اضافہ کیا تو پہلے نسخہ کو الموضوعات الصغریٰ اور دوسرے نسخہ کو الموضوعات الکبریٰ کے نام سے موسوم کیا۔ اس طرح تالیفات کے ناموں میں اضافہ ہوا اور ان کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔

تالیفات سیوطی کے ہفت گانہ اقسام

علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تالیفات کی سات قسمیں کی ہیں۔

قسم اول۔ پہلی قسم ان تالیفات کی ہے جو اپنے موضوع پر یکتا و منفرد ہیں۔ اور ان میں موصوف کو یکتائی کا دعویٰ ہے۔ علامہ سیوطی نے اپنے دعوے کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ میرے علم کے مطابق علمی دنیا میں اس جیسی کتاب نہیں لکھی گئی۔ معاذ اللہ یہ بات نہیں کہ متقدمین اس جیسی کتاب لکھنے سے عاجز تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس جیسی کتاب لکھنے کی طرف انہوں نے توجہ نہیں کی۔ لیکن معاصرین میں ایسی کتاب لکھنے کی طاقت نہیں۔ اس لیے کہ اس کام کے لئے وسعت نظر، کثرت معلومات، جہد مسلسل درکار ہے۔ معاصرین ان صفات سے عاری ہیں۔ میری حسب ذیل اٹھارہ کتابیں مذکورہ بالا صفات سے آراستہ ہیں۔

۱۔ الاتقان فی علوم القرآن
۲۔ اسرار التنزیل
۳۔ الاشباہ والنظائر فی العربیہ۔ یہ المصاعد العلیہ فی القواعد العربیہ کے نام سے بھی موسوم ہے۔
۴۔ الاقتراح فی اصول النحو وجدلہ
۵۔ الاکلیل فی استنباط التنزیل
۶۔ ترجمان القرآن
۷۔ تناسق الدرر فی تناسب الآیات والسور
۸۔ الجامع فی الفرائض (یہ مکمل نہیں ہوئی)
۹۔ جمع الجوامع فی النحو
۱۰۔ الدر المنثور
۱۱۔ السلسلہ فی النحو
۱۲۔ شرح شواہد المغنی
۱۳۔ صون المنطق والکلام عن فن المنطق والکلام
۱۴۔ طبقات النحاۃ الکبریٰ
۱۵۔ الفتح القریب علی مغنی اللبیب
۱۶۔ النکت البدیعات علی الموضوعات
۱۷۔ النکت علی الالفیہ والکافیہ والشافیہ والشذور والنزہۃ یکجا
۱۸۔ ہمع الہوامع شرح جمع الجوامع [1]

قسم دوم۔ دوسری قسم ان تالیفات کی ہے کہ ان جیسی کتاب کوئی علامہ وقت لکھ سکتا ہے۔ ان میں بعض وہ کتابیں ہیں جو پوری ہوگئیں یا اس کا معتدبہ حصہ لکھا گیا۔ ایک جلد میں ہے یا اس سے زیادہ یا کم ہیں۔ اس قسم کی تالیفات کی تعداد ۵۰ ہے۔

---

[1] السیوطی، کتاب التحدث بنعمۃ اللہ تحقیق الیزابیث ماری سارٹین۔ القاہرہ، المطبعۃ العربیۃ الحدیثۃ ۱۹۷۲ء ج ۲ ص ۱۰۵، ۱۰۶

۱۔ الاشباہ والنظائر فی الفقہ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔
۲۔ الالفیہ فی المعانی والبیان۔ اس کا نام عقود الجمان ہے۔
۳۔ الالفیۃ فی النحو والتصریف والخط۔ اس کا نام الفریدہ ہے۔
۴۔ البدور السا ہ عن امور الآخرہ۔
۵۔ تاریخ الخلفاء۔ یہ ایک جلد میں ہے۔
۶۔ التخصیص فی شرح شواہد التلخیص۔
۷۔ تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی یہ ایک جلد میں ہے۔
۸۔ التذکرہ۔ یہ پانچ مجلدات میں ہے۔
۹۔ التعلیقۃ الکبری علی الروضۃ۔ اس کا نام الازھار الغضۃ فی حواشی الروضہ ہے۔ کتاب الاذان تک ایک جلد تیار ہوئی۔ میری آرزو ہے کاش یہ کتاب پوری ہو جاتی تو مجھے بقیہ مصنفات کے ناقص رہ جانے کا قلق نہ ہوتا۔ یہ منشا کے مطابق اگر تیار ہوئی تو اس کے ہوتے ہوئے کسی اور کتاب کی حاجت نہ رہے گی۔
۱۰۔ تکملہ تفسیر الشیخ جلال الدین المحلی۔ اول بقرہ سے آخر سورۂ اسرا تک ہے۔
۱۱۔ تلخیص الخادم۔ الخادم للزرکشی کا مختصر ہے اور کتاب الزکوٰۃ سے آخر کتاب الحج تک لکھی گئی ہے۔
۱۲۔ التوشیح علی الجامع الصحیح، یہ ایک جلد میں ہے۔
۱۳۔ جامع المسانید، مسند معلل ہے اس کا ایک مجلد لکھا گیا ہے۔
۱۴۔ حاشیہ تفسیر البیضاوی، یہ سورہ انعام تک ایک متوسط تقطیع پر ایک جلد میں ہے۔
۱۵۔ حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ، یہ ایک مجلد میں ہے۔
۱۶۔ الخلاصہ فی نظم الروضہ معہ زیادات کثیرہ۔ اس میں کوئی حرف زائد نہیں ہے[1] اول طہارت سے صلاۃ تک تقریباً ایک ہزار اشعار میں ہے اور خراج سے سرقہ تک دو ہزار سے زائد شعر ہیں۔
۱۷۔ درر البحار فی احادیث القصار۔ یہ حروف معجم پر مرتب ہے اور ایک جلد میں ہے۔
۱۸۔ دقائق التنبیہ
۱۹۔ دقائق مختصر الروضہ۔
۲۰۔ الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج۔

---

[1] السیوطی، کتاب التحدث بنعمۃ اللہ صہ ۱۰۹

۲۱۔ رفع الخاصہ فی شرح الخلاصہ۔ یہ مذکورہ بالا منظومہ کی شرح ہے اور دو جلدوں میں ہے۔

۲۲۔ الریاض الانیقۃ فی شرح الاسماء النبویۃ۔

۲۳۔ شرح الفیہ ابن مالک۔ یہ شرح متن کے ساتھ مخلوط ہے۔

۲۴۔ شرح الفیۃ العراقی۔ یہ شرح ایک جزء لطیف میں ہے۔

۲۵۔ شرح التنبیہ۔ یہ شرح متن کتاب کے ساتھ مخلوط ہے۔ اس کا ایک حصہ کتاب الاذان تک لکھا گیا ہے۔

۲۶۔ شرح الشاطبیۃ۔ ایضاً

۲۷۔ شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور۔

۲۸۔ شرح عقود الجمان۔ اس کا نام حل العقود ہے۔

۲۹۔ شرح الفریدہ۔ اس کا نام المطالع المفیدہ ہے۔ یہ پوری نہ ہو سکی۔

۳۰۔ شرح الکوکب الساطع فی نظم جمع الجوامع لابن السبکی۔ یہ ایک مجلد میں ہے۔

۳۱۔ طبقات الحفاظ۔

۳۲۔ طبقات النحاۃ الصغریٰ۔ اس کا نام بغیۃ الوعاۃ ہے یہ ایک مجلد میں ہے۔

۳۳۔ طبقات المفسرین اس کا ایک حصہ لکھا گیا ہے۔

۳۴۔ عین الاصابۃ فی معرفۃ الصحابہ۔ یہ حافظ ابن حجر کی کتاب الاصابہ کی تلخیص ہے۔ اس کا ایک حصہ لکھا گیا ہے۔

۳۵۔ الفوز العظیم فی لقاء الکریم۔ یہ شرح الصدور کا مختصر و خلاصہ ہے۔

۳۶۔ قطر الدرر علی نظم الدرر۔ یہ میرے الفیہ اصول الحدیث کی شرح ہے۔ اس کے مختلف حصے لکھے گئے ہیں یہ ایک مجلد میں ہے

۳۷۔ القول الحسن فی الذب عن السنن۔ یہ موضوعات ابن الجوزی پر تعقبات ہیں۔

۳۸۔ کشف المغطی فی شرح الموطا۔ اس کا بھی ایک معتدبہ حصہ لکھا ہے یہ ایک مجلد میں ہے۔

۳۹۔ الکوکب الساطع فی نظم جمع الجوامع لابن السبکی۔ یہ ڈیڑھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔

۴۰۔ اللآلی المصنوعہ فی الاخبار الموضوعہ۔ یہ موضوعات ابن الجوزی کی تلخیص، زیادات و تعقبات (اضافات و اعتراضات) کے ساتھ ہے اور ایک مجلد میں ہے۔

۴۱۔ لب اللباب فی تحریر الانساب۔

۴۲۔ لباب النقول فی اسباب النزول۔

۴۳۔ ام الاطراف وضم الاتراف۔ یہ اطراف مزی کا مختصر ہے الفاظ احادیث کو حروف معجم پر مرتب کیا گیا ہے۔ یہ میں نے الکشاف فی معرفۃ الاطراف للحسینی سے تلخیص کی ہے یہ ایک مجلد میں ہے۔

۴۴۔ مختصر التنبیہ ۔ اس کا نام الوافی ہے ۔

۴۵۔ مختصر الروضہ مع زیادات کثیرہ ، اس کا نام الغنیۃ ہے یہ اثنار صداق تک لکھا گیا ہے ۔

۴۶۔ مختصر حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ ، یہ ایک مجلد میں ہے ۔

۴۷۔ المرقاۃ العلمیۃ فی شرح الاسمار النبویۃ ۔

۴۸۔ منہاج السنۃ ومفتاح الجنۃ ۔ اس کا ایک معتدبہ حصہ میں نے تیار کر لیا ہے ۔

۴۹۔ المعجزات والخصائص النبویۃ ۔ یہ ضخیم کتاب ہے ۔

۵۰۔ الینبوع فی ما زاد علی الروضۃ من الفروع ۔ یہ ایک مجلد میں ہے اور مسودہ ہے[1]

قسم سوم ۔ تیسری قسم ان تالیفات پر مشتمل ہے جن کا حجم مختصر ہے یہ کتابیں دو کراسوں سے دس کراسوں میں پھیلی ہوئی ہیں ان کی تعداد ستر ہے :۔

۱۔ آداب الملوک ۲۔ الآیۃ الکبریٰ فی قصۃ الاسرا ۔

۳۔ الازہار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ ۴ اسعاف المبطار برجال الموطا ۔

۵ ۔ الافصاح بفوائد النکاح

۶۔ الالفیہ فی مصطلح الحدیث ۔ اس کا نام نظم الدرر فی علم الاثر ہے ۔

۷۔ البدیعیۃ ، اس کا نام نظم البدیع فی مدح الشفیع ہے یہ ایک کراسہ میں ہے ۔

۸۔ تائید الحقیقۃ العلیۃ وتشیید الطریقۃ الشاذلیۃ ۹۔ تاریخ اسیوط ۔ اس کا نام المضبوط فی تاریخ اسیوط ہے ۔

۱۰۔ تاریخ الملائکہ ۔ اس کا نام الحبائک فی تاریخ الملائک ۱۱۔ التحبیر فی علوم التفسیر

۱۲۔ تحفۃ النابہ بتلخیص المتشابہ ۔ یہ خطیب بغدادی کی کتاب کا مختصر ہے ۔

۱۳۔ تخریج احادیث صحاح الجوہری ۔ اس کا نام فلق الصباح ہے ۔

۱۴۔ التذنیب فی زوائد التقریب ۱۵۔ تشیید الارکان من لیس فی الامکان ابدع مما کان ۔

۱۶۔ تقریر الاستناد فی تیسیر الاجتہاد ۔ ۱۷۔ تمام الاحسان فی خلق الانسان

۱۸۔ تمہید الفرش فی الخصال الموجبۃ لظل العرش ۔

۱۹۔ جہد القریحہ فی تجرید النصیحۃ ۔ یہ نصیحۃ الایمان فی الرد علی منطق الیونان لابن تیمیہ کا مختصر ہے ۔

۲۰۔ حاشیہ علی شرح الشذور ۲۱۔ حسن التلخیص ۔ یہ خطیب کی تالی التلخیص کا مختصر ہے ۔

---

[1] السیوطی کتاب الحدیث ج ۲ ۔ صہ ۱۱ ۔ ۱۰۶

۲۲۔ خصائص یوم الجمعہ۔ یہ جمعہ کے دن کی سو خصوصیات پر مشتمل ہے۔

۲۳۔ خمائل الزہر فی فضائل السور۔

۲۴۔ داعی الفلاح فی اذکار المساء والصباح

۲۵۔ درالتاج فی اعراب مشکل المنہاج

۲۶۔ درالسحابہ فی من دخل مصر من الصحابہ

۲۷۔ الدرر المنتثرہ فی الاحادیث المشتہرہ

۲۸۔ الرد علی من اخلد الی الارض وجہل ان الاجتہاد فی کل عصر فرض

۲۹۔ رفع الباس عن بنی العباس

۳۰۔ رفع شان الحبشان

۳۱۔ الروض الانیق فی مسند الصدیق۔

۳۲۔ شرح الاستعاذہ والبسملہ

۳۳۔ شرح البدیعیۃ

۳۴۔ شرح الرحبیہ۔ فرائض میں ہے اور متن کے ساتھ مخلوط ہے

۳۵۔ شرح القصیدۃ۔ الکافیہ یہ علم تصریف میں ہے

۳۶۔ شرح الجملۃ۔ یہ شرح متن کے ساتھ مخلوط ہے۔

۳۷۔ شرح النقایہ۔ اس کا نام اتمام الدرایہ۔ لقراء النقایہ ہے۔

۳۸۔ شوارد الفرائد فی الضوابط والقواعد من اربعۃ فنون۔

۳۹۔ ضوء الصباح فی فوائد النکاح

۴۰۔ الطب النبوی۔

۴۱۔ طبقات الشافعیہ۔ یہ بہت مختصر کتاب ہے

۴۲۔ طبقات الکتاب۔

۴۳۔ العذب السلسل فی تصحیح الخلاف المرسل فی الروضہ۔

۴۴۔ قلائد الفوائد۔ اس میں فوائد علمیہ کو نظم کیا گیا ہے۔

۴۵۔ القول المشرق فی تحریم الاشتغال بالمنطق۔

۴۶۔ کشف التلبیس عن قلب اہل التدلیس، یہ ایضاح الاشکال للحافظ عبد الغنی کی تلخیص۔ اضافات وزیادات کے ساتھ ہے۔

۴۷۔ الکلم الطیب والقول المختار فی الماثور من الدعوات والاذکار۔

۴۸۔ ماروا الواعون فی اخبار الطاعون

۴۹۔ المدرج فی المدرج۔

۵۰۔ معترک الاقران فی مشترک القرآن

۵۱۔ مفتاح الجنۃ فی الاعتصام بالسنۃ۔

۵۲۔ مفحمات الاقران فی مبہمات القرآن

۵۳۔ مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء

۵۴۔ منتہی الآمال فی شرح حدیث انما الاعمال

۵۵۔ المہذب فیما وقع فی القرآن من المعرب

۵۶۔ النقایہ، یہ کتاب چودہ علوم میں ہے۔

۵۷۔ الوسائل الی معرفۃ الاوائل

۵۸۔ وظائف الیوم واللیلۃ

۵۹۔ الوفیۃ باختصار الالفیہ۔ یہ چھ سو اشعار پر مشتمل ہے۔

۶۰۔ الھیئۃ السنیہ فی الھیئۃ السنیۃ[1]

[1] السیوطی کتاب التحدث ص ۱۱۱-۱۱۵

سیوطی نے کتابوں کی تعداد ستر بیان کی تھی لیکن مطبوعہ نسخہ میں ساٹھ کتابوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ مستشرق موصوف کے پیش نظر جو نسخہ رہا ہے وہ ناقص ہے۔

قسم چہارم ۔ چوتھی قسم ان تالیفات پر مشتمل ہے جو ایک کراسہ میں آ گئی ہیں۔ یہ مسائل فتویٰ کے علاوہ ہیں اور یہ سو تالیفات ہیں۔

۱۔ ابواب السعادة فی اسباب الشہادہ ۲۔ احاسن الاقتباس فی محاسن الاقتباس

۳۔ الاخبار المرویہ فی سبب وضع العربیہ ۴۔ اربعون حدیثا فی الجہاد

۵۔ اربعون حدیثا فی ورقۃ ۶۔ ارشاد المہتدین الی نصرۃ المجتہدین

۷۔ الازھار الفائحہ علی الفاتحہ ۔ یہ میری پہلی تصنیف ہے۔

۸۔ الاساس فی فضل بنی العباس ۹۔ الاقتناص فی مسئلۃ التناص

۱۰۔ الفار الحجر لمن زکی ساب ابی بکر وعمر ۔ یہ روافض کی شبہات کی تردید میں ہے اور ایک جزو میں ہے۔

۱۱۔ انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب ۱۲۔ بزوغ الہلال فی الخصال الموجبۃ للظلال

۱۳۔ بلغۃ المحتاج فی مناسک الحاج

۱۴۔ تحفۃ الظرفا باسماء الخلفاء ۔ یہ قصیدہ رائیہ سو (۱۰۰) اشعار پر مشتمل ہے۔

۱۵۔ تخریج احادیث شرح العقائد ۱۶۔ تذکرۃ المؤتسی بمن حدث ونسی

۱۷۔ تذکرۃ النفس ۱۸۔ ترجمۃ الشیخ محی الدین النووی

۱۹۔ ترجمۃ شیخنا قاضی القضاۃ البلقینی ۲۰۔ تعریف الاعجم بحروف المعجم

۲۱۔ التعریف بآداب التالیف ۲۲۔ الثغور الباسمہ فی مناقب فاطمہ

۲۳۔ جزء آخر۔ اس کا نام التسلی والاطفا لنار لا تطفی

۲۴۔ جزء فی ادب الفتیا ۲۵۔ جزء فی اسماء المدلین

۲۶۔ جزء فی ذم زیارۃ الامراء ۲۷۔ جزء فی ذم القضاء

۲۸۔ جزء فی ذم المکس ۲۹۔ جزء فی شعب الایمان

۳۰۔ جزء فی موت الاولاد ۳۱۔ جزء فی الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۳۲۔ جزء فی فضل الشتاء ۳۳۔ جزء فیمن وافقت کنیتہ کنیۃ زوجہ من الصحابۃ

۳۴۔ الجمانہ فی اللغۃ ۳۵۔ الجمع والتفریق بین الانواع البدیعیۃ

۳۶۔ الجواب الاسد فی تنکیر احد وتعریف الصمد ۳۷۔ جیاد المسلسلات

۳۸۔ الحجج المبینة فی التفضیل بین مکة والمدینة　　۳۹۔ حسن النیة وبلوغ الامنیة فی الخانقاہ الرکنیة
۴۰۔ حصول الفوائد باصول العوائد　　۴۱۔ الدر النثیر فی قراۃ ابن کثیر
۴۲۔ درج العلی فی قراۃ ابی عمرو ابن العلا　　۴۳۔ درج المعالی فی نصرۃ الغزالی علی المنکر المتغالی
۴۴۔ درر الکلم وغرر الحکم　　۴۵۔ الذیل الممہد علی القول المدد
۴۶۔ رد علی البہا ابن النحاس　　۴۷۔ رد علی الشریف الجرجانی
۴۸۔ رسالة فی تفسیر الفاظ متداولة　　۴۹۔ رسالة فی ضربی زیدا قائماً
۵۰۔ الرفد فی فضل الحفد　　۵۱۔ الروض الاریض فی طہر الحبیض
۵۲۔ ریح النسرین فیمن عاش من الصحابة مائة وعشرین　　۵۳۔ الزہر الباسم فیما یزوج فیه الحاکم
۵۴۔ السلاف فی التفضیل بین الصلاۃ والطواف۔ یہ منظومہ ہے۔
۵۵۔ السلالة فی تحقیق المقر والاستحالة　　۵۶۔ سہام الاصابة فی الدعوات المجابة
۵۷۔ شذا العرف فی اثبات المعنی للحرف
۵۸۔ شرح اربعین حدیثا۔ اس کے چند کراسے لکھے گئے ہیں۔ اربعون حدیثا فی ورقہ کی شرح ہے۔
۵۹۔ شرح تذکرۃ النفس　　۶۰۔ شرح الحیعلة والحوقلة
۶۱۔ شرح الکوکب الوقاد فی اصول الاعتقاد، نظم العلم السخاوی
۶۲۔ الشماریخ فی علم التاریخ　　۶۳۔ الشمعة المضیئة فی العربیة
۶۴۔ الشہد فی النحو۔ یہ قصیدہ بحر الہزج میں ہے۔　　۶۵۔ الطلعة الشمسیة فی تبیین الجنسیة من شرط البیبرسیة
۶۶۔ طی اللسان عن ذم الطیلسان　　۶۷۔ الظفر بقلم الظفر
۶۸۔ العبرات المسکوبة فی ان استتابة تارک الصلاۃ مندوبة
۶۹۔ العرف الشذی فی احکام ذی　　۷۰۔ العشاریات
۷۱۔ عمدۃ المتعقب فی الرد علی المتعصب، یہ قاضی شمس الدین امشاطی قاضی الحنفیہ کے ساتھ موصوف کی جو بحث ہوئی تھی اس کی داستان ہے۔
۷۲۔ فتح الجلیل للعبد الذلیل فی قولہ تعالیٰ اللہ ولی الذین آمنوا۔ الایة موصوف نے اس آیت سے ایک سو انواع بدیع نکالی ہیں۔
۷۳۔ فصل الخطاب فی قتل الکلاب　　۷۴۔ فصل الکلام فی ذم الکلام
۷۵۔ فصل الکلام فی حکم السلام۔ یہ منظومہ ہے　　۷۶۔ قطر الندی فی ورود الہمزۃ للنداء
۷۷۔ القول المجمل فی الرد علی المہمل　　۷۸۔ کبت الاقران فی کتب القرآن

۷۹۔ کشف الصلصلۃ عن وصف الزلزلہ ۸۰۔ کشف اللبس عن قضاء الصبح بعد طلوع الشمس

۸۱۔ الکلام علی اول سورۃ الفتح۔ یہ ایک وضاحت و تشریح ہے۔

۸۲۔ الکلام علی قولہ تعالیٰ۔ ولو یواخذ اللہ الناس بما کسبوا۔ الآیہ

۸۳۔ الکلام عن حدیث احفظ اللہ یحفظک ... یہ ایک وضاحت و تشریح ہے۔

۸۴۔ اللآلی المکللۃ فی تفضیل المعلۃ علی المشتغلہ ۸۵۔ اللمع فی اسماء من وضع

۸۶۔ مختصر اذکار النووی۔ اس کا نام اذکار الاذکار ہے۔

۸۷۔ مختصر شفاء الغلیل فی ذم الصاحب والخلیل۔ اس کا نام الشہاب الثاقب ہے۔

۸۸۔ مختصر الملحۃ ۸۹۔ مراصد المطالع فی تناسب المقاطع والمطالع

۹۰۔ المظرفہ فی احکام دخول الحشفہ ۹۱۔ مطلع البدرین فیمن یوتی اجرین۔

۹۲۔ المعانی الدقیقۃ فی ادراک الحقیقۃ ۹۳۔ مقاطع الحجاز یہ بھی منظومہ ہے۔

۹۴۔ المقامات۔ یہ چار مقامات ہیں ۹۵۔ المقدمہ فی الفقہ

۹۶۔ المنیٰ فی الکنیٰ ۹۷۔ موشحۃ فی النحو

۹۸۔ میزان المعدلہ فی شأن البسملہ

۹۹۔ النفحۃ المکیۃ والتحفۃ المکیۃ۔ بہ عنوان الشرف کے طرز پر کتاب ہے۔

۱۰۰۔ نور الحدیقہ۔ یہ منظومہ ہے ۱۰۱۔ الید البسطیٰ فی تعیین الصلوۃ الوسطیٰ[1]

(جاری ہے)

[1] السیوطی کتاب التحدث بنعمۃ اللہ ج ۳ ص ۱۱۵-۱۲۱

فتنۂ قادیانیت

اور

مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم

ادارہ کا مقالہ نگار کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

الحق کے اگست ۱۹۸۹ء کے شمارے میں مندرجہ بالاعنوان کے تحت مولانا مدرار اللہ مدرار صاحب کا مقالہ پڑھ کر سخت حیرت ہوئی۔ کسی مسلمان کے بارے میں حسن ظن رکھنا بڑی اچھی بات ہے، لیکن یہ اچھی بات نہیں کہ کسی مسلمان پر تحقیق کیے بغیر غیر ذمہ داری کا الزام لگایا جائے اور اس کے بارے میں یہ بدگمانی کی جائے کہ اُس نے ایک مرحوم شخص کے بارے میں غلط بیانی کی ہے ـــــ یہ مقالہ بلا مبالغہ مدعی سست اور گواہ چست کا مصداق ہے۔ جن لوگوں کو مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کے حالاتِ زندگی کے بارے میں پورا علم ہے اور انہوں نے قادیانیت کے بارے میں ان کی تحریریں "صدقِ جدید" میں پڑھی ہیں ان شاء اللہ وہ میری تصدیق کریں گے۔ شاید فاضل مقالہ نگار نے یہ فرض کر لیا ہے کہ مولانا دریابادی کی "تفسیر ماجدی" راقم الحروف کی نظر سے نہیں گذری، حالانکہ اس عاجز نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ دُکھ تو اسی بات کا ہے کہ مولانا یہ عقائد رکھتے ہوئے بھی مرزائیوں (بالخصوص لاہوری مرزائیوں) کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔ نرم گوشہ کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی تکفیر اُن پر گراں گذرتی تھی اور وہ اُن کی "دینی خدمات" اور "تبلیغی مساعی" کو بہت سراہتے تھے۔ مولانا مدرار اللہ صاحب کا یہ لکھنا قطعاً صحیح نہیں کہ حضرت تھانویؒ کے دامنِ ارادت سے وابستہ ہونے کے بعد مولانا عبدالماجد کی دُنیا ہی بدل گئی۔ کم از کم قادیانیت کے بارے میں ان کے مؤقف میں بالکل کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، حالانکہ حضرت حکیم الامتؒ نے ان کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش بھی فرمائی۔ (دیکھئے کتاب "حکیم الامتؒ"، مصنفہ مولانا عبدالماجد دریابادی ص ۲۵۶ تا ص ۲۶۰)

فاضل مقالہ نگار نے مولانا عبدالماجد کے جس علمی اور ادبی ہفت روزہ پرچے سے قارئین کو متعارف کرانا چاہا ہے اُس کا نام نہیں لکھا۔ اس پرچے کا نام پہلے "صدق" تھا پھر "صدقِ جدید" ہو گیا۔ راقم الحروف اس کا باقاعدہ خریدار تھا۔ یہ پرچہ حضرت تھانویؒ کی وفات کے بعد بھی سالہا سال تک شائع ہوتا رہا

اسی "صدقِ جدید" میں شائع ہونے والی مولانا دریابادی کی تحریروں نے غضب ڈھایا۔ اگر مولانا مدرار اللہ صاحب کو "صدقِ جدید" کے فائل (بالخصوص ۱۹۵۲ء تا ۱۹۵۳ء کے) کہیں سے مل جائیں تو ان کا مطالعہ کریں۔ اس کے بعد وہ دل پر ہاتھ رکھ کر اور خدا کو حاضر ناظر جان کر کہہ دیں کہ مولانا دریابادی قادیانیت کے بارے میں نرم گوشہ نہیں رکھتے تھے تو ہم ان کی بات تسلیم کر لیں گے۔

اب میرے ان نکات پر غور فرمائیے :۔

(۱) مولانا عبدالماجد "دریاآبادی" نہیں بلکہ "دریابادی" تھے۔ قصبے کا صحیح نام "دریاباد" ہے "دریاآباد" نہیں۔

(۲) "صدقِ جدید" میں مولانا دریابادی نے "قادیانیوں کی دینی خدمات اور تبلیغی مساعی" کی جس پرجوش طریقے سے حمایت اور مدافعت کی وہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کے لیے سخت اذیت کا باعث ہوا۔ خود راقم الحروف نے آج سے تقریباً ۳۵ سال پہلے لاہور کے ایک ماہنامے میں ان کے رویہ پر سخت تنقید کی، بعض علماء نے بھی انہیں اس پر سختی سے ٹوکا لیکن وہ اپنی ہٹ کے پکے تھے، اپنے موقف کے حق میں طرح طرح کی تاویلیں کیں اور اپنی رائے پر قائم رہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی کتاب "پرانے چراغ جلد ۲ ص ۱۶۶" کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے :۔ "ایک بار قادیانیت اور قادیانیوں کے بارے میں اپنے نرم اور روادارانہ موقف پر نظر ثانی کا مشورہ دینے کی جسارت کی اور اس سلسلہ میں کچھ خط و کتابت ہوئی، مولانا نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور یہ بات ہم سب نیازمندوں کو معلوم ہے کہ مولانا جب کوئی رائے قائم کر لیتے ہیں تو اس کو آسانی سے ترک نہیں فرماتے اور اکثر اوقات مداخلت یا مشورہ اس میں پختگی اور شدت پیدا کر دیتا ہے۔"

یہ بات پیشِ نظر رہے کہ "پرانے چراغ" مولانا دریابادی کی وفات کے بعد شائع ہوئی اور یہ شہادت ایک ثقہ اور جید عالم دین دے رہے ہیں۔

(۳) ۸ر اگست ۱۹۵۲ء کے "صدقِ جدید" میں مولانا دریابادی نے اپنے مؤقف اور قادیانیوں کی مدافعت کرتے ہوئے یہاں تک دعویٰ کیا کہ :۔

> "بعض علماء اور بہت سے پڑھے لکھے مسلمان مثلاً مولانا ابوالکلام، مولانا محمد علی قصوری، سید حبیب شاہ مرحوم، ڈاکٹر ذاکر حسین، مولانا اسلم جے راجپوری، عارف ہسوی، حکیم اجمل خان مرحوم، سالک صاحب، خواجہ حسن نظامی، شوکت علی مرحوم اور غالباً مولانا شبلی اور مہر صاحب کی طرح مولانا محمد علی جوہر بھی اہل قادیان کو باوجود سخت غلط، گمراہ اور مبتدع سمجھنے کے کافر مرتد اور خارج از اسلام نہیں سمجھتے تھے۔"

(۴) ماہنامہ "فاران" کراچی کے مدیر مولانا ماہر القادری مرحوم نے قادیانیوں کے سلسلے میں مولانا دریابادی

موقف پر شدید تنقید کی اور ان کا تعاقب کیا تو انہوں نے ان سے قطع تعلق کر لیا، پرچوں کا تبادلہ بھی موقوف اور خط و کتابت بھی موقوف۔ (دیکھئے "فاران" کراچی اکتوبر ۱۹۵۲ء)

کئی سال بعد جب مولانا ماہر القادری مرحوم نے جوش ملیح آبادی کی رسوائے زمانہ کتاب "یادوں کی برات" پر معرکہ آرا تبصرہ کیا تب کہیں جا کر مولانا دریابادی ان سے راضی ہوئے اور مولانا علی میاں کو لکھا کہ اب ان کے سات خون بھی معاف ہو سکتے ہیں۔ (دیکھئے پرانے چراغ جلد ۲ ص ۱۶۳)

(۵) (علامہ سید سلیمان ندوی سے) "صدق جدید" کے مضامین کا ذکر آیا تو علامہ نے فرمایا کہ مولانا عبدالماجد دریابادی مرزائی واقع ہوئے ہیں، اور ہاں اپنی دہریت کے زمانے میں مولوی محمد علی مرزائی لاہوری کے انگریزی ترجمہ قرآن کو انہوں نے پڑھا ہے، اس کا اثر ان کے ذہن و دماغ پر اب تک باقی ہے۔ مولانا حکیم نصیر الدین ندوی نے علامہ سید سلیمان ندوی سے دریافت کیا کہ آپ حضرات کے صحبت یافتہ ہوتے ہوئے مولانا عبدالماجد دریابادی کا قادیانیوں کی طرف رجحان و میلان سمجھ میں نہیں آتا، تو سید صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ وہ اسی راستہ سے اسلام کی طرف آئے ہیں۔ (دیکھئے فاران مارچ ۱۹۷۶ء و یادِ رفتگان جلد ۲ ص ۶۶)

(۶) اب آخر میں "نرم گوشے" کے بارے میں مولانا عبدالماجد دریابادی کی اپنی شہادت جو انہوں نے اپنی "آپ بیتی" (شائع کردہ مجلس نشریاتِ اسلام ناظم آباد کراچی) کے ص ۲۵۴ پر درج کی ہے، ملاحظہ فرمائیے:-

"اکتوبر ۱۹۲۰ء میں سفرِ دکن میں ایک عزیز ناظر یار جنگ جج کے ہاں اورنگ آباد میں قیام کا اتفاق ہوا اور ان کے انگریزی کتب خانہ میں نظر محمد علی لاہوری احمدی (عرفِ عام میں قادیانی) کے انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن مجید پر پڑ گئی، بیتاب ہو کر الماری سے نکالا اور پڑھنا شروع کر دیا جوں جوں پڑھتا گیا الحمد للہ ایمان بڑھتا گیا ـــــ اور اس انگریزی قرآن کو جب ختم کر کے دل کو ٹٹولا تو اپنے کو مسلمان ہی پایا ـــــ اللہ اس محمد علی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ اس کا عقیدہ مرزا صاحب کے متعلق غلط تھا یا صحیح، مجھے اس سے مطلق بحث نہیں، بہرحال اپنے ذاتی تجربہ کو کیا کروں میرے کفر و ارتداد کے تابوت پر تو آخری کیل اسی نے ٹھونکی ہے"

یہ آپ بیتی مولانا دریابادی نے ۱۹۶۷ء میں قلمبند کی، جنت کی دعا کر رہے ہیں محمد علی آنجہانی سابق امیر جماعتِ احمدیہ لاہور کیلئے، اور اس کے انگریزی ترجمۂ قرآن و تفسیر میں جو بونگیاں ہانکی گئی ہیں انگریزی دان اہلِ علم کو ان کا بخوبی علم ہے مولانا دریابادی نے محمد علی کو مرزا کے بارے میں عقیدہ کو غلط تک کہنے سے گریز کیا۔

کیا ان شہادتوں کے بعد بھی اس بات میں کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ مولانا دریابادی قادیانیوں کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔

کاش! مولانا مدرار اللہ صاحب راقم الحروف کی تکذیب کرنے سے پہلے پوری تحقیق کر لیتے۔

(۷) مولانا مدرار اللہ صاحب نے الحق کے ص۵۳ پر مولانا دریابادی مرحوم کی یہ عبارت نقل کی ہے :- "اس تیرہ چودہ سو برس کی مدت میں کوئی سنجیدگی کے ساتھ دعویدار نبوت ہوا ہی نہیں ...."

حیرت ہے کہ مولانا مدرار اللہ صاحب نے اس عبارت کو اپنی مرضی کے معنی پہنا لیے ہیں، حالانکہ یہی عبارت مولانا دریابادی کے بارے میں نرم گوشہ اور ان کے دل کے چور کی غماز ہے، اسی مغالطے نے ان کو راہ راست سے بھٹکایا اور انہوں نے اپنے مرشد گرامیؒ کے ارشادات کو بھی نظر انداز کر دیا۔

مرزا غلام احمد کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے سنجیدگی سے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا، پرلے درجے کی غلط اور گمراہ کن بات ہے۔ اس نے نہ صرف پوری سنجیدگی سے (اپنی بے شمار خرافاتی تحریروں، لایعنی الہامات اور اوٹ پٹانگ پیشگوئیوں کے ذریعے) نبوت کا دعویٰ کیا بلکہ اپنی نبوت پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر قرار دیا، اس نے اتباع رسول کے نام سے مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش نہیں کی بلکہ کھلم کھلا یہ کہا کہ کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی متقی اور متبع رسولؐ کیوں نہ ہو جب تک اس کی نبوت (کاذبہ) پر ایمان نہیں لاتا مسلمان نہیں کہلا سکتا، قادیانیوں کو اس کا جنازہ پڑھنا بھی حرام ہے ـــــ مولانا مدرار اللہ صاحب جیسے فاضل بزرگ سے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ مولانا دریابادی کی اس غلط فہمی کا دفاع کرتے، شاید ان کو معلوم نہیں کہ مولانا دریابادی کا نظریہ یہ تھا کہ :-

"قادیانیوں نے نصوص کی تاویل و تعبیر میں ٹھوکر تو کھائی ہے لیکن ان کی تکفیر جائز نہیں۔"

۱۳ ستمبر ۱۹۵۲ء کے "صدق جدید" میں لائل پور (فیصل آباد) کے ایک صاحب عبدالمجید بی اے کا یہ خط (مولانا کے نام) شائع ہوا :-

"قادیانیوں کے متعلق دنیائے اسلام کا فتویٰ یہ ہے کہ وہ کافر اور خارج از اسلام ہیں۔ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنی ایک علیحدہ امت بنائی۔ خود ہمارے سلسلہ دیوبند کے حضرات اکابر علماء حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مولانا سہارنپوریؒ اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا یہی مسلک رہا ہے اور ان حضرات نے تکفیر کی ہے .... صدق میں ان کے متعلق اس قسم کے مضامین دیکھ کر افسوس بھی ہوتا ہے اور دکھ بھی۔ اور اسی تاثر کی بنا پر آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں کہ خدارا اس طریق کار کو چھوڑ دیجئے، قادیانیوں کی حمایت کے علاوہ بھی دین کی خدمت کی اور بہت سی شکلیں ہیں اور آپ کر بھی رہے ہیں انہی میں مشغول رہیئے۔"

صحیح العقیدہ اور دردمند مسلمان عبد المجید کے اس خط کے جواب میں مولانا دریا بادی غضب ناک ہو گئے اور انہوں نے قادیانیوں کی حمایت میں پورے چار کالم لکھ مارے، جن میں فرمایا کہ قادیانیوں کی تکفیر کوئی نئی بات نہیں ہے، علماء نے شیعوں اور نیچریوں کی بھی تو تکفیر کی ہے۔ اور "مغالطہ سب میں مشترک بس یہی ہے کہ نصوص کی تاویل و تعبیر کو ہر جگہ انکار و تکذیب کے مترادف سمجھ لیا گیا ہے اور تاویل و تعبیر میں ٹھوکر کھانے والوں کو جوشِ دینی سے مغلوب ہو کر منکرین و مکذبین کے حکم میں رکھ دیا گیا ہے۔"

مولانا دریا بادی کے ان خیالات کے ہوتے ہوئے مولانا مدرار اللہ صاحب کا ان کے دفاع میں پانچ صفحے لکھنا اور اپنے ایک ہم مشرب بھائی کی تردید کرنا ——

ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہئے
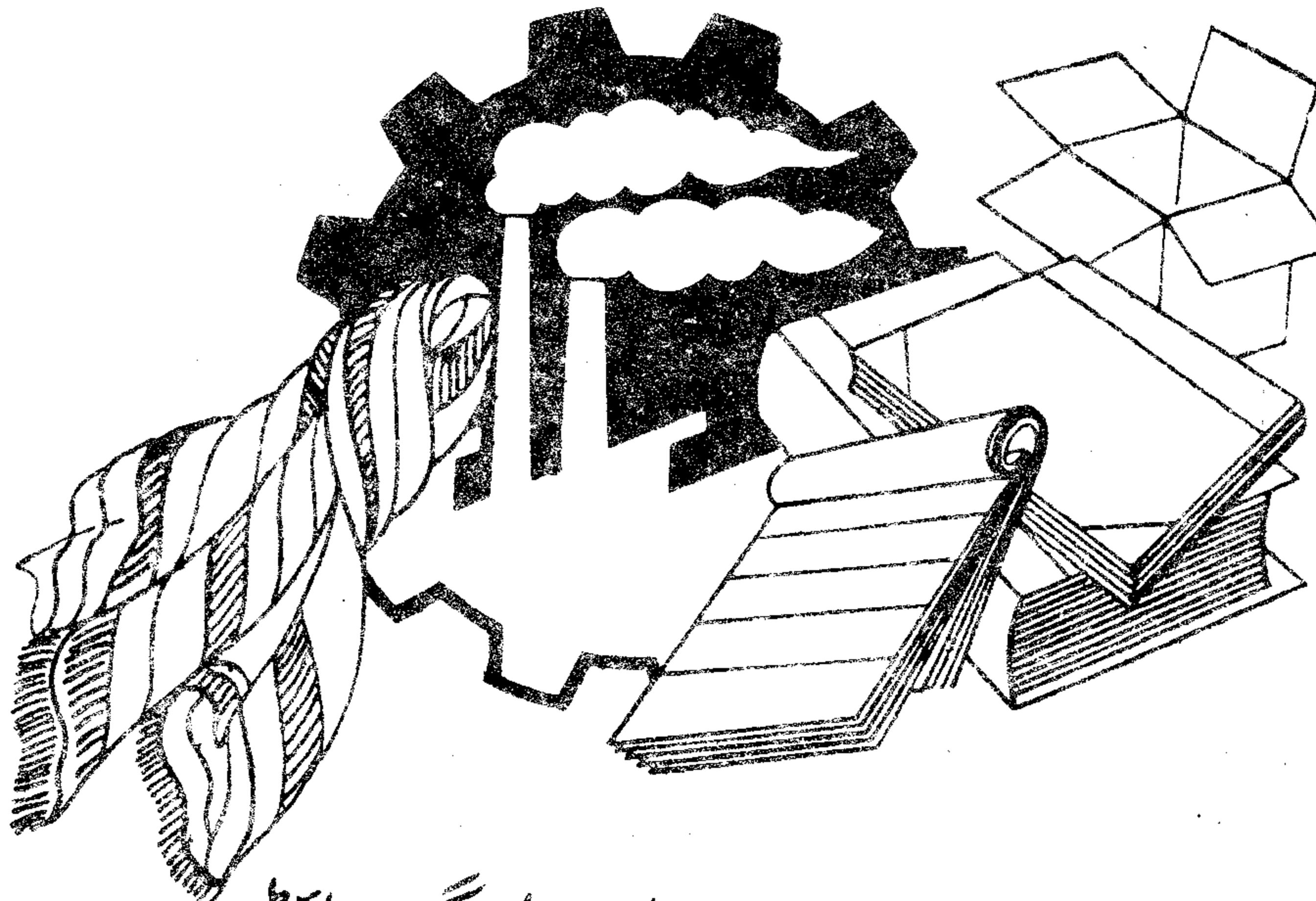
بقیہ ص ۳۵ سے : مسلم آبادی کا ارتقاء

کی تعداد ۶۶۷ ملین بڑھی ہے یہ اضافہ عالمی پیمانے پر ۱۲ ملین سال کے قریب ہے۔ اور جب ہم عالم اسلامی میں آبادی کا جائزہ لیتے ہیں تو مسلمانوں کی تعداد میں فطری اضافہ کو دیکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ کیونکہ ایک بڑی تعداد ہر سال حلقہ بگوش اسلام ہوتی ہے اس سے مسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ سابقہ اعداد و شمار سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ ۲۰۰۰ تک یعنی اکیسویں صدی کے آغاز میں مسلمانوں کی تعداد ۷۰۰ ملین ہو جائے گی۔ جو ۶۰ ۶۲ ملین کی آبادی میں ۲۲٫۵ فیصد ہو گی۔ اس لئے یہ اندازہ بھی لگایا جاتا ہے کہ آنے والے سالوں میں مسلمانوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو گا۔ اس کے بعد مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان مخلصانہ کوششوں کا علمی جائزہ لیں اور ان وسائل سے پوری طرح فائدہ اٹھائیں جو امت اسلامیہ کے فلاح و بہبود کے باعث نہیں ؛

حضرت مولانا حافظ غلام حبیب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت | نام نامی اسم گرامی "غلام حبیب" ہے۔ احقر نے آپ کی تاریخ ولادت درج ذیل جملوں میں نکالی ہے :-

(۱) مولانا غلام حبیب صاحب : ۱۳۲۲ھ (۲) ہادی و راہبر غلام حبیب کرڈھی میں پیدا ہوئے : ۱۹۰۶ء

(۳) پیر غلام حبیب فردِ فرید ہوئے : ۱۹۰۶ء

مولد و مسکن | آپ کا آبائی وطن موضع کھرڈھی وادیٔ سون سکیسر ضلع خوشاب ہے۔ وادیٔ سون سکیسر اپنی مردم خیزی، پُر لطف مناظر اور موسم کی خوشگواری کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ بائیس ۲۲ گاؤں پر مشتمل یہ علاقہ ہزاروں علماء و حفاظ کرام کا مولد و مسکن ثابت ہوا ہے۔ قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رح موسمِ گرما گذارنے موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسمٰعیل خان) سے یہاں تشریف لاتے تھے جس سے علاقہ میں ذکر و مراقبہ کی فضا عام ہوئی۔

سلسلۂ نسب | آپ کے والد ماجد کا نام غلام محی الدین بن قائم الدین بن رکن الدین ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب محمد بن حنفیہؒ کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد حجاز سے براستہ ہرات، کالا باغ اور وادیٔ سون میں آباد ہوئے اور "اعوان" مشہور ہیں۔

اساتذہ | آپ کے اساتذہ میں قاری قمر الدین صاحبؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سید امیر صاحبؒ، رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ، حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ قابلِ ذکر ہیں۔

تحصیل سلوک | آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ (اکوڑہ خٹک) کے پیر بھائی ہیں یہ دونوں حضرات حضرت امام العلماء والصلحاء خواجہ محمد عبد المالک صدیقی رح (خانیوال) کے مرید و خلیفہ ہوئے ہیں۔ آپ اپنے چچا زاد بھائی حضرت مولانا سید امیر صاحبؒ شیخ الحدیث ڈلوال کے مشورہ سے حضرت صدیقی نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہوئے اور نقشبندی سلوک طے کیا۔ ۲۹ شعبان ۱۳۵۲ھ کو حضرت صدیقی رح نے موصوف کو اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا اور تکمیلِ سلوک کی اطلاع کی حضرت فضل علی قریشی رح آپ کی علوِ استعداد سے خوش ہوئے اور اپنی طرف سے سندِ خلافت عطا فرمائی۔

حُلیہ مبارک | کشادہ پیشانی، سرخ و سپید رنگت جیسے میدے میں سندھور گوندھ کر بنایا گیا ہو، آنکھوں میں بلا کی چمک جیسے موتی جڑے ہوئے ہوں ستواں ناک، عناب کی طرح سرخ ہونٹ، وجیہ الصورت، سڈول و متوازن جسم، طویل القامت، بارعب پُر انوار چہرہ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ کا مصداق تھا، جاذب نظر چہرہ اَلَّذِيْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ کی گواہی دیتا تھا۔ آپ کے سراپا کی دلکشی کو الفاظ میں سمو دینا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

دینی خدمات | حضرت موصوف رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے تبحرِ علمی کے ساتھ ساتھ دعوت و ارشاد کا ملکہ بھی عطا فرمایا تھا، آپ کا اندازِ بیان جلالی ہوتا تھا، آواز میں قدرتی دبدبہ اور رعب تھا، آپ کی زبان مبارک سے علوم و معارف چھن چھن کر آتے، یوں محسوس ہوتا تھا کہ مضامین کے ستارے آسمان سے اتار کر لا رہے ہیں۔ تاثیر ایسی کہ بات دل میں اتر جاتی تھی۔ قرآن پاک پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ دورانِ بیان آیاتِ قرآنی اس روانی سے لاتے جیسے موتیوں کی مالا ٹوٹ پڑی ہو اور موتی تواتر سے گر رہے ہوں۔ علماء کرام آپ کے بیان سے بہت محظوظ ہوتے تھے۔ استاذ العلماء حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی میں کئی کئی روز قیام کراتے تھے اور فرماتے تھے کہ آپ علماء اور طلباء میں وعظ کیا کریں۔

کافی عرصہ پرانی بات ہے کہ حاجی محمد رفیع (کپڑے والے) کے بیٹے حافظ محمد یوسف کی شادی تھی اور حضرت موصوفؒ کو نکاح پڑھانے کے لیے بلایا ہوا تھا۔ نکاح جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کی جامع مسجد میں تھا۔ حضرتؒ نے کھڑے ہو کر صفوں میں اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کر دیا، تھوڑی دیر اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد دائیں طرف کو جا کر ایک بزرگ کے پاس دو زانو بیٹھ گئے، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ یہ بزرگ حضرتِ اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تھے۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت بنوریؒ سے عرض کیا کہ نکاح آپ نے پڑھانا ہے اور نکاح سے قبل وعظ بھی فرمانا ہے، تو حضرت بنوریؒ انکار فرماتے رہے لیکن میرا اصرار جاری رہا۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ نے اچانک فرمایا کہ "تجھ سے اچھا کون وعظ کر سکتا ہے"؟ میرے منہ سے بے ساختہ نکلا: "آپ"، حضرت بنوری رحمہ اللہ خاموش ہو گئے اور پھر اس مجلس سے خطاب فرمایا۔

مدارس و مساجد کا قیام | آپ کی زندگی کا اہم باب ہے۔ آپ نے اندرون و بیرونِ ملک جا بجا مساجد و مدارس قائم کیے۔ چکوال میں آپ کا قائم شدہ مدرسہ دار العلوم حنفیہ پاکستان کے مشہور جامعات میں شمار ہوتا ہے، ماشاء اللہ دورۂ حدیث شریف تک اسباق پڑھائے جا رہے ہیں۔ چکوال شہر میں پانچ مسجدیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قائم فرمائیں اور ہر مسجد کے ساتھ مدرسہ بھی ہے۔ اَللّٰهُمَّ زِدْ فَزِدْ

دار العلوم حنفیہ کی مسجد تو فنِ تعمیر میں اپنی مثال آپ ہے۔ برطانیہ کی تاریخی مسجد صدام حسین برمنگھم کا سنگِ بنیاد بھی آپؒ نے رکھا اور افتتاح بھی آپ نے کیا۔

دینی تحاریک | ○ آپ کا تعلق جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ رہا ہے، اس ضمن میں اپنی جوانی میں بذاتِ خود

جمعیت کا کام کرتے رہے، اور بڑھاپا آ جانے کے بعد اپنے لائق فرزند مولانا عبدالرحمٰن قاسمی مدظلہ کو جمعیت کے کام پر لگایا۔ قائد جمعیت مولانا سمیع الحق مدظلہ سے آپ کو خصوصی تعلق تھا۔

- ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ صف اول کے سپاہی تھے، آپ نے چکوال سے لوگوں کو منظم کر کے گرفتاریاں پیش کیں اور جیل میں روزانہ درس قرآن آپ کا معمول رہا، امامت بھی آپ ہی کراتے تھے۔
- ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفٰے میں آپ اپنے صائب مشورے جمعیت کے کارکنوں کو دیتے تھے۔
- ۱۹۸۰ء میں مشائخ کانفرنس اسلام آباد میں آپ نے دومرتبہ خطاب کیا۔
- عالمی ختم نبوت کانفرنس لندن میں آپ بطور مہمان خصوصی شریک ہوتے رہے۔
- پہلی یورپین اسلامی کانفرنس منعقدہ ویمبلے ہال لندن میں شرکت فرمائی۔
- پاکستان سٹیل مل کراچی کے افتتاح کے موقع پر آپ نے جنرل محمد ضیاء الحق شہید کی موجودگی میں مہمان خصوصی کے طور پہ خطاب فرمایا جس میں لوہے کی مناسبت سے فرمایا کہ "مومن کو اپنے عزائم اور ارادوں میں مردِ آہن ہونا چاہیئے"۔
- جنرل محمد ضیاء الحق شہید کے طیارہ کے سانحہ پر آپ بہت غمگین ہوئے اور ضیاء مرحوم اور اُس کے مسلمان ساتھیوں کے لیے دعاءِ مغفرت کی۔
- نومبر ۱۹۸۸ء کے الیکشن کے ضمن میں آپ نے عورت کی سربراہی کے خلاف بے شمار تقاریر کیں اور قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کو خوب کھول کر بیان کیا۔ احقر راقم الحروف نے حضرتؒ کے فرمان پر "عورت کی سربراہی کا مسئلہ" کے عنوان سے ایک کتاب شائع کی ہے۔
- پاکستان کی وزارتِ عظمیٰ پر خاتون کے براجمان ہو جانے پر آپ بڑے دُکھ کا اظہار فرمایا کرتے تھے، اور ارشاد فرماتے تھے کہ "دین بیزاری کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاتون کو بصورتِ عذاب مسلط کر دیا ہے، اِس سے پوری دُنیا میں پاکستانی مسلمانوں کی ناک کٹ گئی ہے"۔
- الغرض کوئی دینی تحریک یا اہم جلسہ ایسا نہ ہوتا تھا جس کی رونق آپ نہ بنتے ہوں۔ مدارسِ عربیہ کے سالانہ جلسوں کی صدارت اور دستارِ فضیلت کی تقریب کے لیے آپ مدعو کیے جاتے تھے۔ مرضِ وفات سے چند یوم قبل بھی آپ مولانا فضل الرحمٰن احرار سلانوالی کے جلسہ دستار بندی میں تشریف لے گئے تھے، اِس سفر سے واپسی پر آپ بیمار ہوئے، اور صاحبِ فراش ہو گئے اور پونے چار ماہ کی علالت کے بعد اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی خدمت | آپ تمام سلاسل میں مجاز تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں بہت کام لیا، لاکھوں کی تعداد میں لوگ آپ سے بیعت ہوئے، نقشبندی سلوک سیکھا اور کیفیاتِ صحیحہ حاصل کیں۔ آپ نے سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مصر، انگلینڈ، فرانس، ری یونین، امریکہ، پانامہ، نیروبی، مارشس، اٹلی، مڈغاسکر،

فیجی وغیرہ بائیس ممالک میں سلسلۂ عالیہ کا پیغام پہنچایا اور لوگوں کی رشد و ہدایت کا سبب بنے۔

حج و عمرے | حضرتؒ نے پہلا حج ۱۹۳۴ء میں پڑھا تھا، اسی حج کے موقع پر آپ کو بہت سی بشارتیں ملی تھیں جن میں ایک بشارت یہ بھی تھی کہ آپ کے ذریعے پوری دنیا میں سلسلہ کا فیض پھیلے گا۔ اس کے بعد ۱۹۴۰ء سے ۱۹۸۶ء تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو متواتر حج نصیب فرمائے، جن میں سے کئی حجوں میں حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ بھی ہمراہ تھے۔ ایک حج میں امیر الحجاج حضرت موصوف تھے اور حضرت بنوریؒ بھی اس سفر میں شریک تھے، بحری جہاز کا سفر تھا اس سفر میں نماز با جماعت کے امام بھی آپ ہی ہوتے تھے اور درسِ قرآن بھی آپ ہی دیا کرتے تھے۔ جسٹس تنزیل الرحمٰن صاحب بھی اسی جہاز میں حج کو جا رہے تھے، یہ دوزانو بیٹھ کر درس سنا کرتے تھے۔

جس شخص نے کم دبیش اڑتالیس[۴۸] حج کیے ہوں اُس کے "عمروں" کا حساب لگانا بہت مشکل ہے تاہم ہر سال رمضان شریف میں عمرہ کے لیے جانا معمول تھا۔ کسی شخص نے پوچھا: "حضرت! آپ نے کتنے حج و عمرے کیے ہیں؟" آپ نے اُلٹا سوال کر دیا: "آپ نے کتنی نمازیں پڑھی ہیں؟" اُس شخص نے جواب دیا "گنتی نہیں کی۔" آپؒ نے فرمایا: "میں نے بھی گنتی نہیں کی، اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں تو زہے قسمت۔"

علالت وسانحۂ ارتحال | حضرتِ والا رحمہ اللہ مضبوط قوتِ ارادی کے مالک تھے، فرمایا کرتے تھے کہ "بڑھاپا احساس کمتری اور احساسِ کہتری کا نام ہے۔" یہ جفاکشی آخر دم تک جاری رہی۔ ستاسی[۸۷] برس کی عمر کے باوجود نشیب و روز کے سفر آپ کا معمول تھے۔ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ میں فرانس کے تبلیغی دورے پر تشریف لے گئے، آپ کے ہمراہ صاحبزادہ حافظ عبدالرؤف صاحب سلّمہٗ اور نواسہ حافظ عبدالشکور صاحب سلّمہٗ تھے، یہ دونوں حضرات ری یونین میں ہر سال تراویح میں قرآنِ پاک سناتے ہیں۔ آخری عشرہ میں عمرہ کر کے یہ قافلہ واپس پاکستان آگیا۔ مئی کی آخری تاریخوں میں سلانوالی ضلع سرگودھا میں جلسہ کی صدارت کی، واپس آئے تو بیمار ہو گئے، بخار سے بہت زیادہ نقاہت ہو گئی۔ ذیابیطس کے عرصہ سے مریض تھے۔ سات روز بیمار رہنے کے بعد کچھ افاقہ ہوا تو پھر درسِ قرآن کا معمول شروع کر دیا، کمزوری اور پھر محنت، دوبارہ مرض کا حملہ ہو گیا جس نے پھر بستر سے اٹھنے نہیں دیا۔ ایک ماہ سی ایم ایچ راولپنڈی میں بھی رہے لیکن ؏ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آخر ۱۲ ستمبر ۱۹۸۹ء (بروز جمعرات) کو صبح نو بجکر اٹھارہ منٹ پر اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ کے مصداق "حبیب" اپنے محبوبِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

احقر نے درج ذیل جملوں سے سالِ وصال اخذ کیا ہے:۔

(۱) قَالَ اللّٰہُ فِیْ کَلَامِہٖ (۲۸۳) یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ (۱۰۲۷) — جمع ۱۴۱۰ھ

(۲) محبوب العارفین پیر غلام حبیب دام اقبالہٗ — ۱۹۸۹ء

(۳) قدوۃ السالکین جناب مولانا غلام حبیب — ۱۹۸۹ء

(۴) غلام حبیب علوی نقشبندی مجددی "عبدِ منیب" ہوئے — ۱۹۸۹ء

وفات سے تھوڑی دیر پہلے | حضرت اقدس رحمہ اللہ کو قرآن کے ساتھ خاص شغف تھا، چنانچہ وفات سے تھوڑی دیر پہلے آپ کے پاس بیٹھ کر صاحبزدگان نے مختلف رکوعات کی تلاوت شروع کر دی، سب سے آخر میں یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ والا رکوع پڑھا جا رہا تھا کہ حضرتؒ نے، اسی اثناء میں آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔

جنازہ | آپ کی وفات کی خبر آناً فاناً اطراف واکناف میں پھیل گئی، شام ۵ بجے جنازہ اٹھانے کا اعلان تھا، پانچ بجے حضرتؒ کی اقامت گاہ کے آس پاس لوگوں کے "سر" ہی "سر" نظر آتے تھے، شہر میں ہُو کا عالم تھا ایسے لگتا تھا جیسے در و دیوار بھی اس اندوہناک حادثے کے غم میں شریک ہیں، جنازہ گورنمنٹ کالج چکوال کے ہاکی گراؤنڈ میں لے جایا گیا، چکوال کی تاریخ میں بے نظیر جنازہ تھا جس میں اپنے پرائے سبھی شریک ہوئے، صاحبزادہ مولانا عبدالرحمٰن قاسمی صاحب مدظلہ نے نماز پڑھایا۔ جنازہ کے بعد آخری دیدار کرنے کے لیے لوگ پروانہ وار ٹوٹ پڑے، ہر کسی کی خواہش تھی کہ ایک جھلک دیکھ لے اور حضرتؒ تھے کہ ؎

ایں چنیں زی کہ بوقتِ مردن تو
ہمہ گریاں بودند و تو خنداں

کے مصداق اپنے چہرے پر ابدی مسکراہٹ جمائے سوئے ہوئے تھے اور متعلقین حضرتؒ کے فراق میں گریاں تھے۔

حضرتؒ کی وصیت کے مطابق تدفین کے لیے جامع مسجد دار العلوم حنفیہ کے دائیں طرف قبر بنوائی گئی تھی جب جنازہ مقررہ جگہ پر پہنچا تو مغرب کا وقت ہو چکا تھا، نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد تدفین کا پروگرام تھا۔

ملفوظات و ارشادات | ● فرمایا: یہ دنیا آرام گاہ نہیں ہے، سیرگاہ اور تماشا گاہ نہیں ہے — یہ امتحان گاہ ہے ہم نے اسے چراگاہ بنا لیا ہے۔
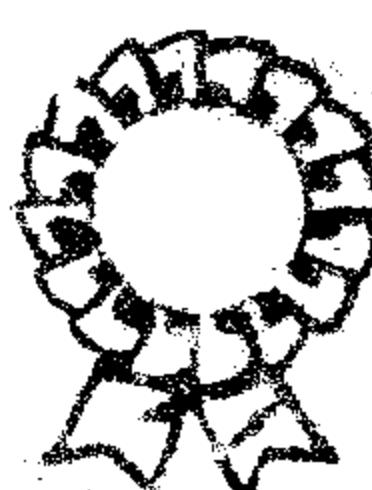
● فرمایا: قرآن انسانیت کیلئے دستورِ حیات، ضابطۂ حیات ہے بلکہ آبِ حیات ہے۔

● فرمایا: انسان دنیا میں اللہ کا قائم مقام ہے، اس کا نائب اور اس کی صفات کا مظہرِ اتم ہے۔

● فرمایا: تیرے ہاتھ میں ہو قرآن، اور تو دنیا میں رہے پریشان اور دنیا میں رہے ناکام —؟ قرآن — اپنے پڑھنے والوں کو کرتا ہے اعلان — اے میرے ماننے والے مسلمان! تو پڑھ قرآن تاکہ تیرا رب کرے تیرا اکرام۔

● فرمایا: مسلمان لوہے کے چنے ہیں انہیں چبانا آسان کام نہیں۔

UNIFOAM
ہر گھر
ہر دفتر
کی زینت
یونی فوم

مولانا عبدالقیوم حقانی

تعارف و تبصرہ کتب

عمل الیوم واللیلۃ یعنی نبوی لیل و نہار | عربی تصنیف، امام احمد بن شعیب النسائیؒ
اردو ترجمہ۔ مولانا محمد اشرف۔ صفحات ٦٦٦ قیمت ١٣٠ روپے
ناشر، مکتبہ حسینیہ، قذافی روڈ۔ گرجاکھ۔ گوجرانوالہ۔

دعا، عبادت کا جوہر اور مغز ہے۔ انابت الی اللہ کا وسیلہ، عجز و انکسار اور اظہار عبدیت کی معراج ہے۔ پھر دعاؤں میں مؤثر، جامع، قرب اور قبولیت میں دعائے مسنونہ سے بڑھ کر کوئی دوسرا نسخۂ اکسیر نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی تمام دعائیں اور زندگی کے شب و روز اور تمام نشیب و فراز پر مؤثر اور ہمہ پہلو دعاؤں پر مشتمل اور جامع کتاب کے لکھنے میں امام نسائی کو سبقت اور اصلیت کا شرف حاصل رہا ہے۔ ان کی عربی تصنیف "عمل الیوم واللیلۃ" ہر دور میں اکابر علماء سلف صالحین اور داعیین امت کا مرجع رہی اور اہل علم کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ اگر کوئی اپنی مکمل زندگی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقہ کے مطابق گزارنا چاہے تو اس کے لئے یہ کتاب بہترین راہ نما ثابت ہو گی۔

بدقسمتی سے پاکستان میں یہ نسخہ کم یاب بلکہ نایاب تھا مولانا محمد اشرف فاضل نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ادھر متوجہ ہوئے تو اصل عربی کے ساتھ اردو داں حضرات کے لئے بھی اس سے استفادہ آسان کر دیا ہے۔ ترجمہ سلیس رواں اور آسان ہے ہر جگہ اصل کتاب کی طرح معنویت نمایاں ہے مکتبہ حسینیہ نے عمدہ طباعت، مضبوط اور گولڈن جلد بندی کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔ علمی و دینی بالخصوص تعلیمی اور تبلیغی حلقوں میں اس کتاب کے پڑھنے اور اس سے استفادہ کرنے کا اگر بھرپور اہتمام کیا جائے تو اصلاح انقلاب امت کے بہترین ثمرات حاصل ہو سکتے ہیں۔

ماہنامہ سلوک و احسان | بانی و نگران اعلیٰ مولانا محمد یحییٰ مدنی۔ صفحات ٦٤ قیمت فی پرچہ ٥ روپے سالانہ چندہ ٥٠ روپے۔ مقام اشاعت۔ معہد الخلیل الاسلامی ٣/٥ ٤٤٤ بہادر آباد کراچی ٥

بے دینی، الحاد، زندقہ، عریانی اور فحاشی کی اشاعت اور فروغ و ترویج میں اخبارات اور لٹریچر کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ دینی درد رکھنے والے علماء اور مبلغین بھی الحمد للہ اس سے غافل نہیں۔ ماہنامہ سلوک و احسان اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس سے دینی اور اسلامی اقدار کے خلاف لادین قوتوں کی یلغار کے سدباب کا اہتمام کیا گیا ہے۔ مضامین اور تحریریں دلچسپ، جاندار، اصلاحی، علمی، تاریخی اور واقعۃً

"سلوک و احسان" کا حسین مرقع ہیں۔ مضامین کے انتخاب میں داعیین امت اور مصلحین ملت کے افادات
اور مضامین کو ترجیح دی جاتی ہے۔ متقدمین حضرات میں شیخ شرف الدین احمد، علامہ عبدالرحمٰن جوزی۔ مخدوم
سید علی ہجویری۔ مجدد الف ثانی سرہندی۔ اور متاخرین میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ۔
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔ علامہ سید سلیمان ندوی، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسے سرآمد روزگار
شخصیتوں کے مضامین اور وقیع تحریروں سے یہ حسین گلدستہ مرتب کیا جاتا ہے۔
ارباب ذوق، علمی اور ادبی حلقے اور تبلیغی احباب یقیناً اس ماہ نامہ کی قدر کریں گے۔ اور اپنے اپنے حلقوں
میں اس کے تعارف و اشاعت میں بھرپور کردار ادا کریں گے۔

علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت
تالیف۔ محمد سعید صدیقی۔ صفحات ۴۷۵۲۔ قیمت سو روپے۔
ناشر۔ شعبہ تحقیق قائد اعظم لائبریری۔ باغ جناح لاہور

"علم حدیث" ایک وسیع، ہمہ پہلو حاوی اور جامع علم ہے۔ اس کی مختلف جہات میں ہر ہر دور میں علماء
اسلام کام کرتے آئے ہیں۔ مولانا محمد سعید صدیقی کی یہ کاوش بھی اسی سلسلہ زریں کی ایک کڑی ہے۔ کتاب میں
چھ ابواب میں گفتگو کی گئی ہے۔ تاہم ابتدائی چار ابواب میں حدیث سے متعلق مباحث، حجیت حدیث، تاریخ
حدیث۔ فنی مباحث، اصطلاحات اور متحدہ ہند علماء کی حدیثی خدمات کے تذکرہ سے کتاب کی اہمیت اور بھی
بڑھ گئی ہے۔
مگر حیرت ہوئی تحقیق و جامعیت کے دعاوی کے باوجود محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ
اور مرکز علم دارالعلوم حقانیہ کے اکابر و اساتذہ، مشائخ حدیث اور علم حدیث میں ان کے گراں قدر امالی اور افادات
اور شروحات کا تذکرہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ حقائق السنن شرح اردو جامع السنن از افادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ
اور شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ کی عربی شرح ترمذی "منہاج السنن" اور شرح بخاری "بحر الفارق"
کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ مگر حیرت ہوئی کہ حضرت مولانا عبدالحقؒ کے تلامذہ در تلامذہ کا ذکر تو آگیا مگر استاذ الکل
اور عظیم محدث کے تذکرہ کو جگہ نہ مل سکی۔ سوء ظن ہرگز نہیں یقین ہے کہ سہواً یوں ہوا ہوگا۔ امید ہے کہ آئندہ
ایڈیشن میں کتاب کی جامعیت اور ریسرچ و تحقیق کے تمام تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اس قسم کی فروگذاشتوں کا ازالہ
کر دیا جائے گا ۔۔۔۔۔۔۔ بہرحال مجموعی اعتبار سے کتاب نافع اور طلبہ حدیث کے لئے مفید ہے۔

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ (ایک سیاسی مکالمہ)
تالیف۔ ڈاکٹر ابو سلمان۔ شاہ جہان پوری۔ صفحات ۱۶۸۔ قیمت ۴۵ روپے
ناشر۔ مجلس یادگار شیخ الاسلام۔ قاری منزل مرار اسٹریٹ پاکستان چوک کراچی ۱

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ ایک شخصیت ہی نہیں بلکہ ایک مکتبِ فکر، ایک تحریک، ایک جماعت ایک انجمن اور ایک عظیم ادارہ کا نام ہے حضرت شیخ الہند اپنے علم و تقویٰ، اخلاق و سیرت، قومی و ملی اور دینی خدمات اور ان کی بصیرت و دانائی اور راہ نمائی پر مختلف مکاتبِ فکر کے زعماء کے اتفاق اور اعتماد اور ان کی علمی و سیاسی اور تاریخی مسلمہ عظمت کے پیش نظر ان کے فضائل و محاسن کی جامعیت بزرگانہ شخصیت قائدانہ اور انقلابی کردار اور دوائر علم و فضل کے احاطے کے لئے الفاظ و بیان مساعدت سے قاصر ہیں۔ بہترین سے بہترین اسلوب بھی ان کے فضائل و محاسن کی رنگینیوں اور فکر و نظر کے تابانیوں کے سامنے خجل نظر آتے ہیں۔ مگر افسوس کہ ان کے حالات و سوانح اور سیرت و خدمات کے جامع تعارف پر اب تک کوئی مستقل اور جامع تصنیف سامنے نہ آسکی۔ حضرتؒ کے حیات مبارکہ اور ہمہ پہلو کارہائے نمایاں کے شایانِ شان تو درکنار ابھی تک حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ قرآن کے شکریے کا حق بھی مسلمان ادا نہیں کرسکے۔ شیخ الہند ایک سیاسی اور انقلابی رہنما اور ایک عظیم قائد تھے ملکی اور عالمی سیاست پر ان کی گرفت مضبوط تھی عملاً وہ شاہ ولی اللہ کی تحریکِ آزادی کے علمبردار تھے۔ جناب ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری نے حضرت شیخ الہندؒ کی زندگی کے اس اہم پہلو کی حفاظت اور اس سلسلہ کی جلیل القدر خدمات کے تعارف کی ضرورت کے پیش نظر ان کے سیاسی خطبات اور خطوط و پیغامات کو یکجا کردیا ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی شخصیت اور سیاسی خدمات کے تعارف کے سلسلہ میں موصوف نے اپنے دو اہم مقالے بھی اس میں شامل کردیے ہیں۔ حضرت کے فتاویٰ، خطوط کی نوعیت، حیثیت اور خطوط نویسی کے حقائق و محاسن کے ضروری اشارات اور مطالب کی توضیح بھی کردی ہے۔

جناب ڈاکٹر صاحب موصوف الحق کے قارئین اور علمی حلقوں میں کوئی نووارد نہیں۔ موصوف کے گراں قدر علمی اور وقیع مقالات اس سے قبل الحق میں شائع ہوتے رہے ہیں اور موصوف اپنے شاہکار تصنیفات اور تالیفات اور علمی خدمات کی وجہ سے مطالعاتی حلقوں میں پہلے سے متعارف ہیں۔ اب کی یہ تازہ تالیف بھی یقین ہے کہ اہل علم اور عامۃ المسلمین اس کی بھرپور قدر کریں گے۔ اس کے مطالعہ و استفادہ سے ممکن ہے کہ اہل بصیرت حالیہ تاریک اور سیاہ انقلاب میں نجات و فلاح اور ہدایت و کامیابی کے رہنما اصول پاسکیں۔

Safety MILK
THE MILK THAT
ADDS TASTE TO
WHATEVER
WHEREVER
WHENEVER
YOU TAKE
YOUR SAFETY
IS OUR Safety MILK